

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

إِنَّا لَنَدْعُوهُ تَفْؤُوتًا ۖ إِنَّ اللَّهَ يُسَوِّدُ لِعِبَادِهِمُ الذُّلَّ ۖ وَإِنَّ  
بِرَحْمَتِهِ لَآخِرُ أَوَّلِهِ ۚ

# آداب اہلِ ادب

پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد

ناشر

۶۱۶/۵-ای، ناظم آباد، کراچی سندھ  
اسلامی جمہوریہ پاکستان ۶۱۴۱۸ / ۶۱۹۹۸

ادارہ مسعود

اِنَّ الَّذِي يَنْفَعُ النَّاسَ يَنْفَعُ الْوَسِيْلَةَ الْاُولَى  
 اِنَّ الَّذِي يَنْفَعُ النَّاسَ يَنْفَعُ الْوَسِيْلَةَ الْاُولَى  
 (بیشک جو لیا دیتے ہیں اللہ اور اس کے رسول کو اُن پر اللہ کی لعنت ہو گیا اور آخرت میں) (احزاب ۵)

# آرٹیکل ۱۰

پروفیسر ڈاکٹر محمد سعید احمد  
 ایم۔ اے ، پی۔ ایچ۔ ڈی



ادارۃ منویہ

۴/۵، ای، ناظم آباد، کراچی، اسلامی جمہوریہ پاکستان

# حقوق طباعت بحق مصنف محفوظ ہیں

ادب و بے ادبی (نور و نار)	کتاب
پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد	مؤلف
حاجی محمد الیاس	طابع
ادارۃ مسعودیہ، کراچی	ناشر
شاہکار پریس، کراچی	مطبع
۱۳۹۱ھ / ۱۹۹۱ء	طباعت
گیارہ سو	تعداد
۳۵ روپے	قیمت

## ملنے کے پتے

- ۱۔ ادارۃ مسعودیہ، ۲ / ۵، ۶۔ ای، ناظم آباد، کراچی
- ۲۔ المختار پبلی کیشنز، ۲۵۔ جاپان مینشن، ریگل صدر، کراچی
- ۳۔ مدینہ پبلیشنگ کمپنی، ایم۔ اے، جناح روڈ، کراچی
- ۴۔ ضیاء القرآن پبلی کیشنز، گنج سنجش روڈ، لاہور
- ۵۔ شبیر برادرزہ اردو بازار، لاہور
- ۶۔ ادارۃ مسعودیہ، ۱۱۔ ملین روڈ، لاہور



# انتساب

توحید کے اُن پرستاروں کے نام

- جنہوں نے محبت کے چراغ روشن کئے۔
- جنہوں نے ادب کا سلیقہ سکھایا۔
- جو رمزشناس ادب تھے۔
- جادۂ ادب سے جن کا نہ خیال بھٹکتا تھا، نہ زبان بہکتی تھی، نہ قدم ڈمکاتے تھے۔
- جو حرمِ جان میں نہی نگاہوں سے بیٹھے رہتے تھے۔
- حضورِ یارِ جن کی آواز بلند نہ ہوتی تھی۔
- جو آتے تھے تو اُس کی اجازت سے، بیٹھتے تھے تو اُس کی اجازت سے، اُٹھتے تھے تو اُس کی اجازت سے۔
- جنہوں نے اپنا جان و مال محبوب کے قدموں پر نچھاور کر دیا تھا۔
- جو ادب کو جانِ ایمان سمجھتے تھے۔
- جو ادب ہی کے لئے چلیے تھے اور ادب ہی کے لئے مرتے تھے۔

# نعت شریف

آذ

(حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ، رشدِ طریقت مولوی درخشید: احمد گنگوہی)  
 اچھا ہوں یا بُرا ہوں، غرض جو کچھ نہیں ہوں، سو ہوں  
 پُر ہوں تھرا، تم میرے مُختار یا رسول!  
 جس دن تم عاصیوں کے شفیع ہو گے پیشِ حق  
 اُس دن نہ بھولنا مجھے زہرا یا رسول!  
 تم نے بھی گر نہ لی خیمہ اس حالِ زار کی  
 اب جائے کہاں، بتاؤ، یہ لاچار یا رسول!  
 دونوں جہاں میں مجھ کو وسیلہ ہے آپ کا  
 کیا غم گرچہ ہوں نہیں، بہت خوار یا رسول!  
 کیا ڈر ہے اُس کو لشکرِ عصیان و جرم سے  
 تم سا شفیع ہو، جس کا مددگار، یا رسول!  
 ہو آستانہ آپ کا، امداد کی جہیں  
 اور اس سے زیادہ کچھ نہیں، درکار، یا رسول!

حاجی امداد اللہ مہاجر مکی: گلِ زارِ معرفت، مطبوعہ بلالی دُحانی پریس

زاوہ، ر، ضلع انبالہ، (طبعِ قدیم)، ص ۶-۷

# فہرس

۷	حرف آغاز
۱۵	آدم و ابلیس
۱۹	ادب رسالت
۲۵	توہین رسالت
۲۸	تعارف تقویۃ الایمان
۳۵	عبارات تقویۃ الایمان
۴۵	پہلی عبارت
۳۵	دوسری عبارت
۳۶	تیسری عبارت
۳۶	چوتھی عبارت
۳۹	پانچویں عبارت
۴۱	چھٹی عبارت
۴۳	ساتویں عبارت
۴۶	آٹھویں عبارت

- ۴۸ \_\_\_\_\_ نوی عبارت
- ۴۹ \_\_\_\_\_ دسوی عبارت
- ۵۱ \_\_\_\_\_ گیارهوی عبارت
- ۵۲ \_\_\_\_\_ بارهوی عبارت
- ۵۳ \_\_\_\_\_ تیرهوی عبارت
- ۵۹ \_\_\_\_\_ چودهوی عبارت
- ۶۲ \_\_\_\_\_ پندرهوی عبارت
- ۶۴ \_\_\_\_\_ سوهوی عبارت
- ۶۶ \_\_\_\_\_ تاثرات و تمیزات



# حرف آغاز

عقیدہ توحید بڑی قوت ہے۔۔۔ بڑی زبردست قوت۔۔۔  
اس کا پرستار کبھی رُسوا ہونا نہیں سکتا۔۔۔ مگر عقیدہ توحید وہ نہیں جو ابلیس نے پیش کیا کہ  
انبیاء و اولیاء سے پیٹھ پھیر کر بس اللہ کی طرف متوجہ ہو جائیے۔۔۔ وہ  
عقیدہ توحید جو قرآن نے پیش کیا کہ دل میں انبیاء و اولیاء کی محبتیں اور عظمتیں لیتے اللہ  
کی طرف متوجہ ہو جائیے۔

اقبال نے سچ کہا تھا کہ ہماری بد نصیبی و بد بختی یہ ہے کہ ہمارے جوان اسلاف  
سے بے تعلق ہو گئے۔۔۔ اس میں شک نہیں کہ انبیاء و اولیاء کی محبتیں قلب  
مسلم کے لئے ایک قسم کے لنگر ہیں۔۔۔ یہ سنگِ ٹوٹ جائیں تو انسان کہیں کا  
نہیں رہتا۔۔۔ پھر نہ اللہ کا احترام رہتا ہے۔۔۔ نہ نبیت اللہ کا۔۔۔  
جب زمین پر کوئی نبیاء دہی نہیں تو عمر و مدت کو زمین بوس ہونا ہے۔۔۔ قرآن  
سے یہی ثابت ہوتا ہے۔۔۔ اور قرآن سے بڑھ کر کس کی شہادت ہے؟  
وَالْعَصْرَانِ الْاِنْسَانِ لَیْسَ بِشَیْءٍ خَسِیْرٍ۔۔۔ ابلیس نے اس سنگِ  
کو توڑا، بس اللہ ہی سے رشتہ جوڑا، آدم سے منہ موڑا۔۔۔ اس کا انجام جو کچھ  
ہونا تھا وہ ہوا۔۔۔ قوتِ قلب و نظر کے لئے اللہ کے ساتھ ساتھ اللہ کے محبوب  
بندوں سے بھی دل شاد و آباد ہونا چاہیے۔۔۔ لیکن اب بھی کوششیں جاری  
ہیں کہ انبیاء و اولیاء سے عشق و محبت کا جو بندھن بندھا ہوا ہے اُس کو توڑ دیا جائے  
شکست و ریخت کی اس مہم کا توحید خالص کے نام سے پیر کیا جا رہا ہے





ہے۔ معیار یہ ہونا چاہیے کہ ایسی کتابیں۔۔۔

- جن میں اللہ کی شان میں گستاخیاں ہوں۔
- جن میں رسول اللہ کی شان میں گستاخیاں ہوں۔
- جن میں اسلام کی شان میں گستاخیاں ہوں۔
- جن میں اہل بیت اور ائمز و ارج مطہرات کی شان میں گستاخیاں ہوں۔
- جن میں صحابہ کی شان میں گستاخیاں ہوں۔
- جن میں اولیاء اللہ کی شان میں گستاخیاں ہوں۔

ان پر پابندی نہ لگائی جاسکے تو کم از کم ایسی گستاخانہ عبارات و کلمات کو نکال دیا جائے جو قلبِ مسلم کے لئے کرب ناک اور تکلیف دہ ہوں۔۔۔۔۔ اصل میں یہ جذبات و ترمیم کسی فرقے یا جماعت کے خلاف نہ ہوگی بلکہ نفرت و بے ادبی کے خلاف ہوگی اور حقیقت یہ ہے کہ نفرت و بے ادبی کسی رعایت کی مستحق ہی نہیں۔۔۔۔۔ ہاں یہ بات ضرور ہے کہ یہ فیصلہ کون کرے کہ عبارات گستاخانہ ہیں یا نہیں۔ سو اس کے لئے طریقہ کار یہ ہونا چاہیے کہ کتاب جس زبان میں ہو اس کے ماہر کے سامنے وہ عبارات پیش کی جائیں اور اس سے دریافت کیا جائے۔۔۔۔۔ یہ اس لئے ضروری ہے کہ بعض گستاخانہ عبارات زبان و ادب کے دائرے میں آتی ہیں اور حرمِ محبت، جس زبان کی ادنیٰ لغزش پر بھی سخت گرفت ہوتی ہے۔۔۔۔۔ یہاں دل و زبان دونوں کو قابو میں رکھنا پڑتا ہے۔۔۔۔۔ ذرا زبان بے قابو ہوتی اور ایمان رخصت ہوتا۔۔۔۔۔ بے شکہ ایمان کی سلامتی ادب میں ہے۔۔۔۔۔ ادب کی باتیں عقل نہیں بتا سکتی، یہ باتیں دل بتاتا ہے اس لئے بے ادبی کا حال اہل ادب سے پوچھئے۔۔۔۔۔ اہل زبان سے پوچھئے۔۔۔۔۔ اور بے ادبی کا حال اہل شریعت سے پوچھئے۔۔۔۔۔

اس مقالے کا نام نوز و نثار اس لئے تجویز کیا ہے کہ اس میں جس بیکر و زانی کا ذکر ہے

جس کے متعلق حق جلتی مجدد نے اعلان فرمایا :-

قَدْ جَاءَكُمْ مِنَ اللَّهِ نُورٌ وَكِتَابٌ مُبِينٌ ۝

(ترجمہ) بے شک اللہ کی طرف سے تمہارے پاس ایک نور آیا اور روشن کتاب۔

ہاں اس ذاتِ قدسی صفات کی شان میں گستاخوں اور زباں درازیوں کی ایک آگ سلگائی گئی اور خوب دہکائی گئی۔ مگر آیاتِ قرآنیہ اور احادیثِ صحیحہ کی ٹوسلا دھا دھار بارش نے اس آگ کو اس طرح ٹھنڈا کر دیا جس طرح ابراہیم علیہ السلام پر نارِ نمرود کو ٹھنڈا کر دیا گیا تھا۔  
 ————— دہکتی آگ کو ارشادِ ربانی ہو رہا ہے :-

يَنَادُكَ دُونِي عَبْدًا مُسْلِمًا عَلَيَّ اِبْرَاهِيمُ ۝

(ترجمہ) اے آگ ٹھنڈی اور سلامتی ہو جا ابراہیم پر۔

ہاں وہ اپنے محبوبوں پر ایسے ہی مہربان ہیں۔  
 نارِ نمرود کو کیسا گلزار  
 دوست کو یوں بچا لیا تو نے

اور حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ تو اس ٹھنڈک میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی جھلک دیکھ رہے ہیں اور فرما رہے ہیں :-

يا بريد نار الخليل ، يا سببا

لعصمة النادى تحرق

(ترجمہ) اے نارِ خلیل کی ٹھنڈک! ————— اے وہ جس نے جلتی آگ سے خلیل کو بچا لیا۔!

کس کی مجال کہ ایسے محبوب کے لئے آگ سنگائے! — یہاں جلنے والی آگ بھی نہیں جلتی — ٹھنڈی ہو ہو جاتی ہے، مگر —

ستیزہ کار رہا ہے ازل سے تا امروز

چراغِ مصطفوی سے شرارِ بولہبی

نور و نار کی یہ جنگ جاری ہے — ابلیس نے گستاخی رسول کی جو آگ جلاتی تھی وہ کبھی کبھی بھڑک اُٹھتی ہے۔ — مگر نار کی سوزشیں، نور کی تابشوں کے سامنے ماند پڑ جاتی ہیں اور پھر نور ہی نور نظر آتا ہے۔ ط

دل نور، جسگر نور، زباں نور، نظر نور

میرے بزرگوار اور میرے عزیز! — دل کو عقیدہ توحید سے مضبوط و قوی کرو کہ دل ناتوان و کمزور ہے۔ — ہاں یہ مضبوط و قوی ہو گا تو محمد مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی محبت سے — انبیاء علیہم السلام کی محبت سے — اہل بیت کی محبت سے — صحابہ کرام کی محبت سے — اولیاء عظام کی محبت سے —

علماء حق کی محبت سے — جو گلشنِ توحید کے گل بوٹے ہیں — جو معرفتِ الہی کے وسیلے ہیں — جس طرح بے برگ و بار درخت کو پہچانا مشکل ہے اُسی طرح ان حضرات کی محبت و رہنمائی کے بغیر شجرِ توحید کی حقیقت کا پانا مشکل ہے — جس طرح آلاتِ مادیہ اور قوائے رُوحانیہ کے بغیر فضاؤں کی بلندی تک پہنچنا ناممکن ہے اُسی طرح ان حضرات کو دیکھے بغیر عقل کا آگے بڑھنا اور معرفتِ الہی کا حاصل کرنا ناممکن ہے — عقل کی اس دنیا میں عقل کی بات کیجئے — برگ و بار دیکھ کر درخت کو پہچانتے —

ان سہاروں کو لے کر آگے بڑھیئے — قرآن کا یہی حکم ہے — اللہ اللہ! قرآن کھولتے ہی پیاروں اور محبوبوں کا ذکر شروع ہو جاتا ہے — ارشاد ہوتا ہے :-



”ہم کو سیدھی راہ پر چلا، اُن لوگوں کی راہ جن پر تو نے انعام فرمایا نہ ان لوگوں کی جن پر تیرا غضب نازل ہوا۔“

یہاں حزب اللہ اور حزب الشیطان کا ذکر فرما کر حق کو باطن سے ممتاز کر دیا اور بتا دیا کہ حزب اللہ وہی ہے جو انبیاء علیہم السلام اور حضرات اہل اللہ سے محبت کرے۔ اُن کے نقش قدم کو پانے کی دُعا کرے۔ اُن کے راستے پر چپنے کی آرزو کرے۔ اور جب وہ نقش قدم مل جاتے۔ اور جب وہ راستہ پالے۔ تو دل و جان سے اُس پر چل کر منزل مقصود کو پالے۔ بے شک انہیں کے نشان قدم منزل مقصود کا پتا دیتے ہیں۔ اسی لئے فرمایا: پیچوں کے ساتھ ہو جاؤ۔

ہاں سے

چاہیے اچھٹوں کو چمتا چاہیے  
یہ اگر چاہیں تو پھر کیا چاہیے؟

احقر محمد مسعود احمد عفی عنہ

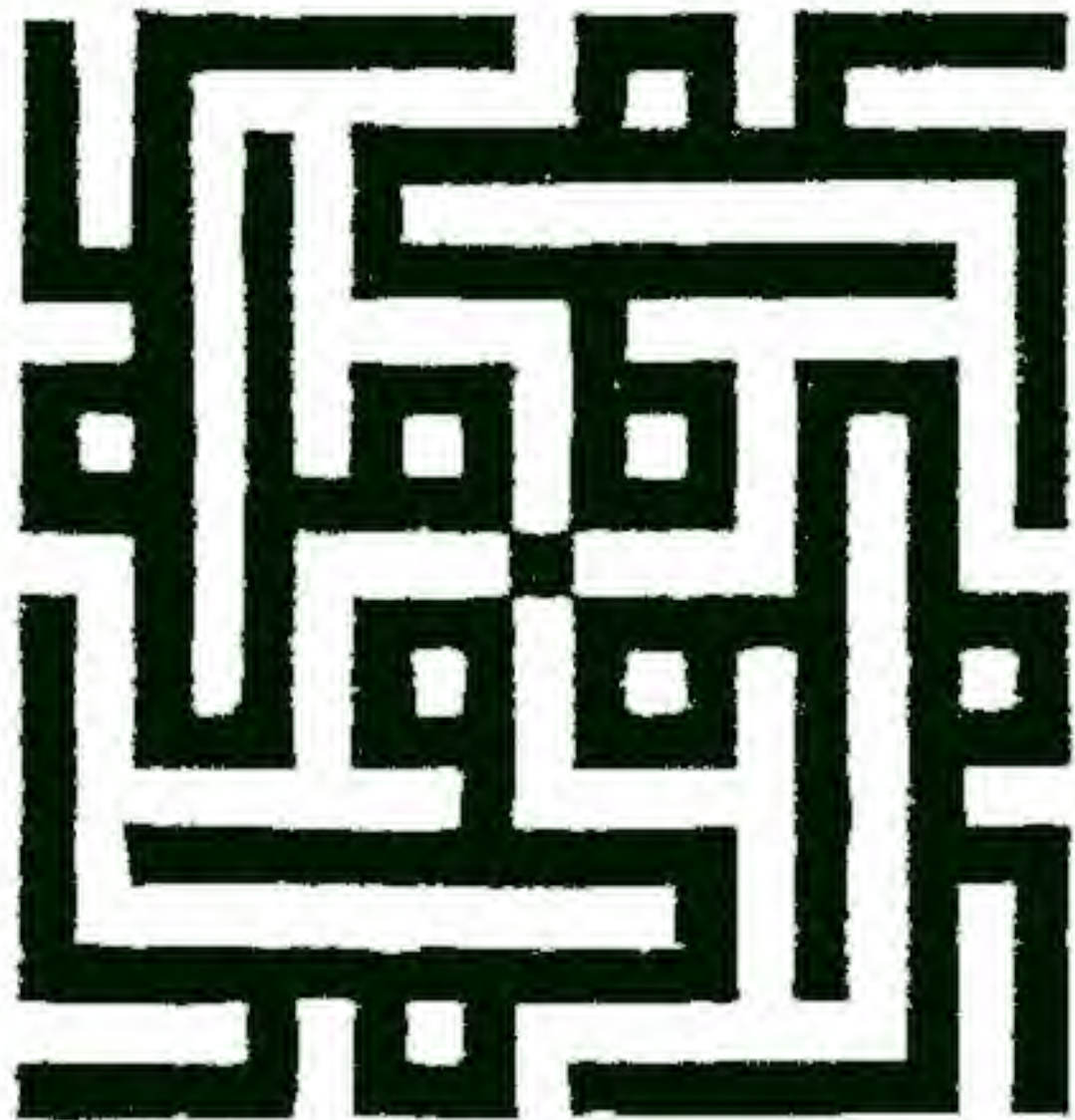
(پرنسپل، ڈگری کالج، ٹھٹھہ)

(سندھ، پاکستان)

۱۴۰۳ھ

۱۹۸۲ء

آرپے آرپی





# آدم و ابلیس

اللہ نے آدم علیہ السلام کو سجدہ کرایا۔۔۔۔۔ اپنے فرشتوں سے کرایا۔۔۔۔۔ اپنے سامنے کرایا۔۔۔۔۔ ہم تو یہ کہتے ہیں کہ غیر اللہ کے آگے سجدہ نہ کرو۔۔۔۔۔ بنی و رسول کی تعظیم حد سے زیادہ نہ کرو۔۔۔۔۔ مگر یہ کیا ہو رہا ہے؟۔۔۔۔۔ یہ کیوں ہو رہا ہے؟۔۔۔۔۔ عقل جواب دے۔۔۔۔۔ ابلیس بھی تو اللہ سے یہی کہہ رہا تھا جو ہم کہتے پھرتے ہیں۔۔۔۔۔ پھر محض اس جرم پر کوہ اللہ اور صرف اللہ کے آگے جھکنا چاہتا تھا۔۔۔۔۔ غیر اللہ کے آگے جھکنے کو اس کا دل نہ چاہتا تھا، ایسی سزا ملی کہ آج تک کسی کو ایسی سزا نہ ملی۔۔۔۔۔ سبحان اللہ یہ بھی کوئی جرم ہے!۔۔۔۔۔ پھر یہ سزا کیوں ملی؟۔۔۔۔۔ اللہ کی نافرمانی پر ملی یا آدم کی گستاخی پر ملی؟۔۔۔۔۔ لیکن بظاہر لغزش تو آدم (علیہ السلام) سے بھی ہوئی۔۔۔۔۔ حکم ہوا اس درخت کے پاس نہ جانا۔۔۔۔۔ ابلیس نے بہکا دیا۔۔۔۔۔ درخت کے قریب چلے گئے پھر جو ہوا سو ہوا۔۔۔۔۔ مگر گرفت نہ فرمائی، تنبیہ فرما کر معاف فرما دیا گیا۔۔۔۔۔ تو اگر لغزش ہی موجب غضب ہوتی تو آدم (علیہ السلام) کو معاف نہ کیا جاتا۔۔۔۔۔ مگر نہیں آدم (علیہ السلام) کی یہ لغزش اللہ کی جناب میں تھی، اس لئے کلماتِ معذرت القافرا کر معاف کر دیا گیا۔۔۔۔۔ اور ابلیس کی گستاخی اللہ کے محبوب بندے آدم (علیہ السلام) کی جناب میں تھی۔۔۔۔۔ جس کو معاف نہ کیا گیا اور ذلت و خواری کا طوق ابد الابد تک اُس کی گردن میں ڈال دیا گیا۔۔۔۔۔ بے شک ابلیس نے سجدہ سے انکار کیا لیکن حقیقت میں تعظیمِ رسول سے انکار کیا۔۔۔۔۔ وہ مرکش نہ تھا۔۔۔۔۔ وہ مُشرک نہ تھا۔۔۔۔۔ وہ بدعتی نہ تھا۔۔۔۔۔ وہ موحّد تھا موحّد۔۔۔۔۔ وہ عابد و زاہد تھا۔۔۔۔۔ تو پھر وہ کیوں مارا گیا؟۔۔۔۔۔ بلاشبہ گستاخیِ رسول پر مارا گیا۔۔۔۔۔ یہ نکتہ نظر انداز کرنے کے لائق نہیں، غور فرمائیں اور خوب غور فرمائیں۔۔۔۔۔ اگر وہ نافرمانی پر مارا جاتا تو قصے کو طول نہ دیا جاتا۔۔۔۔۔ اللہ کو معلوم تھا کہ اُس نے کیوں انکار





میں گرا دیا گیا۔۔۔۔۔ آدم (علیہ السلام) کی جناب میں گستاخی کی پاداش میں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ملعون و  
 مردود ٹھہرا دیا گیا۔۔۔۔۔ معلوم ہوا کہ نبی کی شان میں گستاخی عمر بھر کی نیکیوں اور زمانے بھر کی فحشیتوں کو  
 حرف غلط کی طرح مٹا کر رکھ دیتی ہے۔۔۔۔۔ اللہ اللہ۔۔۔۔۔ جو کبھی عالم تھا۔۔۔۔۔ جو کبھی  
 ولی کامل تھا۔۔۔۔۔ جو کبھی معلم الملکوت تھا۔۔۔۔۔ گستاخی رسول کے بعد اب وہ کچھ بھی نہیں۔۔۔۔۔  
 پہلے اس کے آگے فرشتے باادب کھڑے ہوتے تھے۔۔۔۔۔ اب ارشاد ہو رہا ہے کہ اس سے پناہ مانگو  
 اس سے دور بھاگو۔۔۔۔۔ حیف! ایک عالم و فاضل اور عابد و زاہد کو گستاخی کہاں  
 سے کہاں لے گئی۔۔۔۔۔ قصۃ ابلیس و آدم ہماری آنکھیں کھولنے کے لئے کافی ہے۔۔۔۔۔  
 مگر نہیں آنکھیں نہیں کھلتیں۔۔۔۔۔ اور نہ معلوم جان بوجھ کر یا بے سوچے سمجھے ابلیس کے مشن کو  
 تقویت پہنچاتی جا رہی ہے۔۔۔۔۔ اس کا مشن یہی ہے کہ مخلوقِ الہی کو انبیاء و اولیاء سے دور  
 لے جایا جائے۔۔۔۔۔ اور ان سے بگڑا کر کے کہیں کا نہ رکھا جائے۔۔۔۔۔ عظمتِ نبوت اس  
 کی ذلت و رسوائی کا سبب بنی۔۔۔۔۔ اس لئے اُس نے آدم، جانشینِ آدم، حضراتِ انبیاء  
 علیہم السلام اور وارثینِ انبیاء، حضراتِ اہل اللہ کو اپنا حریف سمجھا ہے اور انہیں کی عزت و ناموس  
 کے درپے ہو رہا ہے۔۔۔۔۔ دلوں کو اُن سے توڑ رہا ہے۔۔۔۔۔ زبانوں کو اُن کی جناب میں  
 گستاخ بنا رہا ہے۔۔۔۔۔ خوب بد لے لے رہا ہے۔۔۔۔۔

حقیقت میں امر رب مقامِ خوب سے بھی بالاتر ہے۔۔۔۔۔ الاہ فوق الالاب۔۔۔۔۔  
 ابلیس یہ نکتہ نہ سمجھا۔ وہ غیر اللہ کے آگے نہ جھکنے کو جان تو جید سمجھا اور اس حرفِ محبت کو جلا دیا کہ بندگی محبوب کے  
 اشاروں پر چھنے کا نام ہے۔۔۔۔۔ اسی لئے وہ مغضوب و مردود ٹھہرا کہ حرفِ محبت سے نا آشنا تھا۔  
 اُس کو عقل نے ڈس دیا، اس نے محبت کا مزہ نہ چکھا۔۔۔۔۔ بے شک رئیسِ عاشقین  
 ہی رئیسِ الموحیدین ہے۔۔۔۔۔ جس کو محبت و ادب کا اس ولی نہ نہیں وہ عاشقی و بندگی  
 کیا جائے۔۔۔۔۔ عاشق نہ شدی و محنتِ اُلفت نہ کشیدی  
 کس پیش تو عزمِ نامنہ بجاں چہ کشاید

ایک ظاہر سجدہ ہے — ایک باطن سجدہ ہے — ظاہر سجدہ یہ ہے کہ انسان کی پیشانی خمیدہ ہو کر زمین بوس ہو جائے۔ اور باطن سجدہ یہ ہے کہ جسم و جان دونوں مسکونِ اطاعت و بندگی ہو جائیں۔ گویا اطاعت و فرماں برداری روح سجدہ ہے۔  
یہ ایک سجدہ چھ تو گراں سمجھتا ہے  
ہزار سجدے سے دیتا ہے آدمی کو نجات

اسی لئے فرمایا مَنْ يُطِيعِ اللَّهَ فَقَدْ أَطَاعَ اللَّهَ — جس نے رسول (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کی اطاعت کی، اس نے اللہ کی اطاعت کی۔ دوسری جگہ فرمایا قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ — ان سے فرمادیجئے اگر تم اللہ کو چاہتے ہو تو میری اطاعت کرو، پھر اللہ تم کو محبوب بنائے گا۔ رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اطاعت اللہ کی اطاعت ہے اور اللہ کی محبوبیت کا سب سے بڑا وسیلہ۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت ہی روح سجدہ کی جھلک نظر آ رہی ہے۔

مجاز پرستی کے اس دور میں توحیدِ خالص کا اس طرح پرچار کرنا کہ اللہ کے برگزیدہ بندوں، رسولوں، نبیوں اور دیوبوں کو محتاجِ محض اور عاجز مخلوق قرار دے کر عام انسانوں کی صفت میں کھڑا کر دیا جائے نہایت ہی خطرناک ہے۔ خصوصاً اس دور میں جو نبیوں، رسولوں اور ولیوں سے چھوٹا ذرا خدا سے چھوٹا اُس کا مسلمان نظر آتا تو منہن ہے مگر مسلمان رہنا مشکل ہے۔

جو ترے در سے یار پھرتے ہیں  
در بدر یونہی خوار پھرتے ہیں



# آداب رسالت

قرآن کریم میں ارشاد ہوتا ہے :-

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَتَعْتُونَ لَوْ أَنَّا أَنْظَرْنَا وَأَنصَبْنَا لَكُمْ عَذَابًا بَلِيغًا ۝

اے ایمان والو! (اے اہل ایمان!) کہو بلکہ "انظرنا" (یعنی حضور ہم پر نظر رکھیں) اور (ارشاد اب غالی کو پہلے ہی سے دل لگا کر) سنو۔ (اس حکم سے) صبر تابی کرنے والوں کے لئے دردناک عذاب ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس مبارک میں جب صحابہ کرام کی سمجھ میں کوئی بات نہ آتی تھی تو "ذاعنا" کہتے تھے یعنی "ہماری رعایت کیجئے" اور مکرر ارشاد فرمائیے۔ اس مجلس مبارک میں یہودی بھی

ہوتے، دفعہ کی زیر کو ذرا کھینچ کر "ذاعنا" کہتے تھے جس کے معنی لیتے "اے ہمارے چرواہے!"

حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہودیوں کی اس تحقیر آمیز شرارت کو سمجھ گئے۔ چنانچہ انہوں نے بیابانِ دہل فرمایا کہ اے دشمنانِ اسلام! تم پر خدا کی لعنت قسم ہے اس کی جس کے دستِ قدرت میں میری جان ہے اگر تم میں سے پھر کسی نے رسول اللہ کو اس طرح مخاطب کیا تو اس کی گردن اڑا دوں گا۔

جلالِ سعد بن معاذ نے آسمان و زمین کو ہلا کر رکھ دیا۔ اور یہ آیت نازل ہوئی جس نے ہمیشہ

ہمیشہ کے لئے گستاخانِ رسول کے منہ بند کر دیئے اور عذابِ الیم کی وعید سنائی۔

یہ نکتہ قابلِ توجہ ہے کہ کفار و یہود جو کچھ کہا کرتے تھے: وہ بیان و بقی تھا۔ مکتوب نہ تھا

یعنی فی الواقعہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بکریاں چرائی تھیں گو ان کی بکریاں نہ چرائیں بلکہ اپنی یا پھانگی

۱۔ القرآن المجید، سورۃ البقرہ، ۱۰۴

۲۔ مائتہ تفسیر پطری، جلد اول، مطبوعہ مصر ۱۳۳۵ھ، ص ۳۵۵ (بحوالہ تفسیر غرائب القرآن و رغائب الفرقان)

نکب الدین حسن بن محمد



ماں کی کبریوں کی پاسبانی فرمائی۔ اور آپ ہی پر کیا منحصر ہے بہت سی جلیل القدر ہستیوں نے کبریاں چرائی ہیں، یہ کوئی ایسا کام نہیں جس کو معاشرے میں اچھی نظر سے نہ دیکھا جائے۔ پھر بھی ارشاد ہوا "خبردار! اب رَاعِنًا نہ کہنا"۔۔۔۔۔ بات چل رہی ہے "رَاعِنًا" کی اور مانعت قرآنی جا رہی ہے "رَاعِنًا" کی۔ اللہ تعالیٰ غیرتِ الہی کی شان تو دیکھو!۔۔۔۔۔ کافروں کے معنی و مقصود کا تصور تک صحابہ کے دل میں نہ تھا بلکہ یہ دوسرے ان کے قلب صافی میں گزری نہ سکتا تھا مگر پھر بھی مانعت قرآنی۔۔۔۔۔ تو پھر اس کی کیا وجہ تھی؟۔۔۔۔۔ بات یہ تھی "رَاعِنًا" اور "رَاعِنًا" کسی معنی میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے موجبِ امانت و توہین نہ ہو مگر کفار و یہود کا اس کو موجبِ توہین سمجھ کر استعمال کرنا غیرتِ الہی کو گوارا نہ ہوا۔ اور صحابہ کی زبان سے ایک ایسے لفظ کا استعمال بھی ممنوع قرار دیا گیا جو اگرچہ صحابہ کے نزدیک کسی پہلو سے بھی موجبِ امانت نہیں مگر کفار کے اختیار کردہ لفظ کے ساتھ اسے لفظی اشتراک ہے۔۔۔۔۔ یہ آپ کی کمال رعایتِ ادب ہے۔

باہان ضمیراں باادب باش کہ بسیار  
از آب گہر آبیت نہ زنگار گرفت ست

الغرض ہر چند صحابہ لفظ "رَاعِنًا" کو ادب و احترام اور تعظیم کے لئے استعمال کرتے تھے مگر پھر بھی اس سے ملتے جلتے دوسرے لفظ "رَاعِنًا" کا استعمال تذلیل و تحقیر کے لئے استعمال کیا جاتا تھا اس لئے ممنوع قرار دے دیا گیا۔ لفظ "رَاعِنًا" سے اشارۃً و کنایۃً بھی توہین مراد نہ تھی بلکہ اس کا استعمال تعظیمِ ادب کے لئے تھا۔ پھر یہ لفظ مروود و مٹھرا اور اس کا استعمال کرنے والا مضروب، توغور کرو جن کلمات میں صریحاً اور کلمہ کھلا آپ کی شان میں گستاخی کی گئی ہو مولیٰ تعالیٰ کے نزدیک ان کلمات کا اور ان کے قائل کا کیا مقام ہوگا؟۔۔۔۔۔ اس آیت میں دوسری بات قابلِ توجہ یہ ہے کہ یہاں مومنین سے خطاب فرمایا ہے، کفار و یہود سے نہیں۔ اس لئے یہ کہنا صحیح نہ ہوگا کہ وہی آیت کے مخاطب ہیں۔۔۔۔۔ نہیں نہیں۔ مخاطب عوام و خواص مومنین ہیں۔

بہر کیف آیت مذکورہ سے مندرجہ ذیل اصول و آداب مستنبط کئے جاسکتے ہیں :-



کے لئے پرکھ لیا ہے ان کے لئے بخشش اور بڑا ثواب ہے۔

۳۔ إِنَّ الَّذِينَ يُنَادُونَكَ مِنْ وَرَاءِ الْحُجُورَاتِ أَكْثَرُ هُمْ لَا يَعْقِلُونَ ۝

(ترجمہ) جو حجروں کے پیچھے تم کو آواز دیتے ہیں، ان میں اکثر بے عقل ہیں۔

۴۔ لَعَلَّيْكُمْ أَنتُمْ أَحْسَنُ يَسْتَأْذِنُوكُمْ ۝

(ترجمہ) (ایمان والے وہ ہیں) جو نبی کی مجلس سے نبی کی اجازت کے بغیر نہیں جاتے۔

۵۔ فَإِذَا اسْتَأْذَنُوكَ لِبَعْضِ شَأْنِهِمْ قُلْ دُخِّنْ لِي بَشَرًا مِمَّنْ بَيْنَ يَدَيْكُمُ ۝

(ترجمہ) جو شخص اجازت چاہے اپنے کسی کام کے لئے تو ان میں سے جسے تم چاہو اجازت دے دو (جسے

نہ چاہو اجازت نہ دو)

۶۔ لَا تَجْعَلُوا دُعَاءَ الرَّسُولِ بَيْنَكُمْ كَدُعَاءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا ۝

(ترجمہ) رسول زعلی اللہ علیہ وسلم کے پکارتے تو آپس میں ایسا نہ ٹھہرو جیسا تم میں ایک دوسرے کو

پکارتا ہے۔

۷۔ قَدْ يَعْلَمُ اللَّهُ الَّذِينَ يَسْتَلُونُ مِنْكُمْ لَوْ أَدَّاهُ فَلْيُخَذِ الَّذِينَ يُخَالِفُونَ عَنْ أَمْرِهِ أَنْ تُصِيبَهُمْ

فِتْنَةٌ أَوْ يُصِيبَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ۝

(ترجمہ) جو لوگ مغل مبارک سے اٹلے کر کھسک جاتے ہیں اللہ انہیں جانتا ہے۔ وہ اللہ کے حکم کے خلاف

کرتے ہیں، ان کو خدا سے ڈرنا چاہیے کہ وہ آفت یا عذاب کا شکار نہ ہو جائیں۔

۱۔ القرآن الحکیم، سورۃ الحجرات، ۴

۲۔ القرآن الحکیم، سورۃ النور، ۶۲

۳۔ القرآن الحکیم، سورۃ النور، ۶۲

۴۔ القرآن الحکیم، سورۃ النور، ۶۳

۵۔ القرآن الحکیم، سورۃ النور، ۶۳

۸۔ اِنَّ اللّٰهَ وَمَلَائِكَتَهُ يَصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيْمًا ۝  
(ترجمہ) بے شک اللہ اور اُس کے فرشتے درود بھیجتے ہیں اُس غیب بتانے والے (نبی) پر اُسے ایمان والو! ان پر درود اور خوب سلام بھیجو!

۹۔ قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَاؤُكُمْ وَاَبْنَاؤُكُمْ وَاِخْوَانُكُمْ وَاَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيْرَتُكُمْ وَاَقْوَالُكُمْ اِقْتَرَفُوْا ذَنْبًا وَتَجَارَعْتُمْ مَتٰى كُنْتُمْ هٰذَا مَسٰكِيْنُ تَرْضَوْنَهَا اَحَبَّ اِلَيْكُمْ مِنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ وَجِهَادِيْ فِيْ سَبِيْلِهِ فَذَرُوْهُنَّ اَسٰثٰى يٰ اَيُّهَا اللّٰهُ بِاَمْرِكَ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ۝  
(ترجمہ) تم فرماؤ اگر تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے اور تمہارے بھائی اور تمہاری عورتیں اور تمہارا گنبہ اور تمہاری کمائی کے مل اور وہ سودا جس کے نقصان کا تمہیں ڈر ہے اور تمہارے پسند کا مکان یہ چیزیں اللہ اور اُس کے رسول اور اُس کی راہ میں لڑنے سے زیادہ پیاری ہوں تو راستہ دیکھو یہاں تک کہ اللہ اپنا حکم لائے اور اللہ فاسقوں کو راہ نہیں دیتا۔

قرآن کریم میں بعض آیات وہ ہیں جن میں اللہ تعالیٰ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم و تربیت فرمائی ہے یا کوئی ہدایت و نصیحت ————— ایسی آیات میں عملاً حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے براہ راست خطاب فرمایا ہے ————— بعض آیات وہ ہیں جن میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے محامد و محاسن اور ان گنت خوبیاں بیان کی گئی ہیں ————— ایسی آیات میں عملاً براہ راست مسلمانوں سے خطاب کیا گیا ہے۔

اسی طرح احادیث میں بعض احادیث وہ ہیں جن میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عجز و انکسار کا اظہار فرمایا ہے اور بعض احادیث وہ ہیں جن میں آپ نے اپنی جلالت شان کا ذکر فرمایا ہے ————— اب ایک آنکھ تو وہ ہے جو پہلی قسم کی آیات و احادیث پر نظر جماتے ہوئے ہے، اُس کی نظر دوسری



قسم کی آیات و احادیث کی طرف اٹھتی ہی نہیں۔ — مگر ایک آنکھ وہ بھی ہے جو پہلی اور دوسری دونوں قسم کی آیات و احادیث کو سامنے رکھ کر قرآن و حدیث کی روح تک پہنچنے کی کوشش کرتی ہے اور وہ کچھ دیکھتی اور دکھاتی ہے جو پہلی آنکھ نہیں دیکھ پاتی۔ — وہ پہلی آنکھ عالم آب و گل میں ابھھ کر رہ گئی اور یہ دوسری آنکھ سموت، بلکہ ماورائے سموت جا پہنچی۔ — اس کا اندازِ نظر غیر سائنٹیفک ہے، اس کا اندازِ نظر سائنٹیفک ہوتے ہوئے بھی عاشقانہ اور مومنانہ ہے۔

# توہین رسالت

مولوی اسماعیل دہلوی نے پاک و ہند کے جس ماحول میں آج سے ڈیڑھ سو برس پہلے جو تقویۃ الایمان لکھی تو اس دور میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عشق اور مشائخ عظام و اولیائے کرام سے محبت و عقیدت کے چرچے عام تھے، شاہ وقت بہادر شاہ ظفر خود اہل سنت و جماعت سے تعلق رکھتا تھا۔ مولوی اسماعیل دہلوی کی انقلابی طبیعت کو یہ ماحول بیگانہ معلوم ہوا اور انہوں نے ابن عبد الوہاب کی روش پر چلتے ہوئے ماحول کے خلاف بھرپور جنگ کی اور تقویۃ الایمان بلکہ کرام و خواص کے عشق و محبت کو سمجھوڑا۔ علماء خیر آباد علماء بدایوں، علماء بریلی، علماء قرنی محل اور علماء دہلی وغیرہ نے تقویۃ الایمان کی بعض عبارات کی گرفت کی اور بعض علماء نے اس کے رد کیے اور یہ سلسلہ چل نکلا۔ جو آج تک جاری ہے۔

تقویۃ الایمان میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام محبوبانِ خدا کی جناب میں جو بے باکانہ اسلوب اختیار کیا ہے وہ ان محبوبوں کے خالق و مالک جل و علا کے کلام میں بھی نہیں ملتا۔ سارے قرآن کو پڑھ جائیے، کہیں یہ انداز نہ پائیں گے جو صاحبِ تقویۃ الایمان نے اپنایا ہے تو جب خدا نے اپنے محبوبوں کا پاس دلخاک نہ رکھا ہے تو بندے کی کیا مجال کہ وہ ایسا بد لحاظ ہو جائے۔

طریقت میں جس نے قدم رکھا ہے وہ معمولی انسان کے لئے بھی بے باک نہیں ہو سکتا چہ جائیکہ انبیاء علیہم السلام اور اولیائے کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کی جناب میں بے باک ہو۔ صاحبِ طریقت پیکرِ عجز و انکسار ہوتا ہے، اس کو ہر گھڑی اپنی عاقبت کی فکر ہوتی ہے۔ وہ بڑے بول نہیں بولتا۔ بڑے بول دہی بولتا ہے جو اپنی عاقبت سے بے نیاز ہوتا ہے۔

تقویۃ الایمان کی ساری باتیں رد کرنے کے لئے نہیں مگر بہت سی ایسی باتیں ملو دی ہیں جنہوں نے ساری کتاب پر پانی پھیر دیا ہے۔ کاش صاحبِ تقویۃ الایمان ادب کی اہمیت کو سمجھتے اور ایسی عبارات سے گریز کرتے جو مقامِ ادب کے منافی ہیں۔



جناب رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں بے ادبی و بے باکی کوئی معمولی بات نہیں۔۔۔۔۔ بہت بڑی بات ہے۔

یہ تو بھئی صرف آواز اُونچی کرنے والی بات۔۔۔۔۔ اُن کی آواز جن کے مُنہ سے نکلے ہوئے کلماتِ اَلتَّوْحِیْدِ اسلامِیہ کے لئے مُجْتَبٰت ہیں۔۔۔۔۔ ایسے کلمات کا زور سے نکل جانا بھی خدا کے نزدیک باعثِ تعزیرِ شدیدِ ٹھہرا۔۔۔۔۔ تو اُن کلمات کی بات کیا کی جائے جن میں اہانت و توہین کی بُھ آ رہی ہے۔۔۔۔۔؟

آئندہ صفحات میں مولوی اسماعیل دہلوی کی بعض گستاخانہ عبارات کا جائزہ لیا جائے گا! اس سلسلے میں موصوف کے متبعین و معتقدین سے اتنی گزارش ہے کہ اگر راقم کا کوئی کلمہ یا عبارت مولوی اسماعیل کی شان میں گستاخانہ محسوس فرمائیں تو اس کی بھی اسی طرح تاویل فرمائیں جس طرح مولانا اسماعیل کی گستاخانہ عبارات کی تاویل فرمایا کرتے ہیں یعنی یہ کہ اُنہوں نے جو گستاخانہ عبارات لکھی ہیں اُن سے مقصود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی گستاخی نہ تھی بلکہ رب تبارک و تعالیٰ کی بڑائی دکھانا مقصود تھا۔۔۔۔۔ راقم کی بھی عبارات اور کلمات کی بھی یہ تاویل فرمائیں کہ اس سے مقصود مولوی اسماعیل کی تذلیل و تحقیر نہیں بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت و شان کا بیان مقصود ہے اور بلاشبہ یہ تاویل نہ ہوگی بلکہ اظہارِ حقیقت ہوگا کیوں کہ راقم کا مسلک تو یہ ہے ع

انہوت کی جہاں گیری، محبت کی سداوائی



# تعارف تقویۃ الایمان

تقویۃ الایمان کا جواب دہیشن ہمارے سامنے ہے اس کا پورا نام ہے تقویۃ الایمان مع تذکیر الاخوان  
مؤلف مولوی اسماعیل ونصیر المسلمین مؤلفہ مولوی خرم علی مطبوعہ لاہور (۱۹۷۸ء)، شائع کردہ و امجد  
ایکسٹمی، لاہور

تقویۃ الایمان ۷۰ صفحے کا رسالہ ہے جو صفحہ ۹ سے صفحہ ۷۹ تک پھیلا ہوا ہے، اس کے بعد  
تذکیر الاخوان کے نام سے ایک اور رسالہ ہے، یہ صفحہ ۸۱ سے صفحہ ۳۲۷ تک پھیلا ہوا ہے، اس رسالے  
کو مولوی اسماعیل سے منسوب کیا گیا ہے۔ اس ادیشن میں تقویۃ الایمان اور تذکیر الاخوان  
کے علاوہ سید عبدالقادر بغدادی کے مکتوب عربی (محررہ ۱۲۳۰ھ / ۱۸۱۴ء) کے جواب میں مولوی اسماعیل  
کا مکتوب بھی ہے جو صفحہ ۳۲۹ سے ۳۳۵ تک پھیلا ہوا ہے، اس کے بعد تقویۃ الایمان کی حمایت و تائید  
میں دوسرے فتوؤں کے علاوہ مولوی رشید احمد گنگوہی کا فتویٰ بھی ہے جس میں وہ لکھتے ہیں:-

۱۔ تقویۃ الایمان بہت ہی اچھی کتاب ہے اور شرک و بدعت کی تردید میں بے مثال ہے۔

ب۔ بات یہ ہے کہ شہید رحمۃ اللہ علیہ سے بدعتیوں کو اس واسطے دشمنی ہے کہ آپ نے بدعتیوں کی  
خوب مٹی پلید کی اور بدعتیوں کے بازار کو سر و کر دیا۔ ۳

فتوؤں کے بعد جامع تقویۃ الایمان نے تقویۃ الایمان کی متنازع فیہ عبارات کے بارے میں سوال  
جواب صفائی پیش کرنے کی کوشش کی ہے جو عذر گناہ بدتر از گناہ ہی کہا جاسکتا ہے۔ جامع موصوف نے

مولوی اسماعیل دہلوی: تقویۃ الایمان مع تذکیر الاخوان، مطبوعہ لاہور (۱۹۷۸ء) ص ۳۳۷

میں لفظ مٹی پلید کرنا ایک عامیانہ محاورہ ہے جو ایک مفتی و فقیہ کے شایان شان نہیں۔

مولوی اسماعیل دہلوی: تقویۃ الایمان، ص ۳۳۷

پیغمبر علیہ السلام کو برا بھائی کہنے اور اللہ کے آگے چہار سے زیادہ ذلیل کہنے اور اس قسم کے اور کلمات کی تاویل و توجیہ فرماتی ہے۔۔۔۔۔ مناسب تھا کہ یہ نامعقول مجھے حذق کر دیئے جاتے اور ان سے بریت کا اعلان کر دیا جاتا۔۔۔۔۔ جب صاحبِ تقویۃ الایمان نے ایسی آیات و احادیث کو نظر انداز کر دیا جن سے انبیاء علیہم السلام اور خصوصاً حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت و شوکت کا اندازہ ہوتا تھا تو ایسے کلمات کو خارج کرنے میں کونسی قباحت تھی جن سے ان حضرات قدس کی تحقیر و تذلیل ہوتی تھی۔۔۔۔۔ نامناسب کلمات کی تاویل و توجیہ کر کے اپنے ایمان کو خطرے میں ڈالنا ہرگز داناتی و ہوش مندی کی بات نہیں۔۔۔۔۔ بات سے بات نکلتی ہے، مولوی اسماعیل دہلوی نے جو راہ اختیار کی یعنی انبیاء علیہم السلام کی تحقیر و تذلیل کے لئے آیات قرآنیہ سے استدلال کرنا اور ایسی آیات کو قطعاً نظر انداز کر دینا جن سے کمالِ رفعت و بلندی کا اندازہ ہوتا ہو، ڈیڑھ سو برس گزر جانے کے بعد بھی بعض حضرات اب تک اُس راہ پر چل رہے ہیں۔ یہ کوئی الزام نہیں، ذاتی تجربہ ہے۔ مئی ۱۹۶۹ء فروری ۱۹۶۹ء میں ایک ضعیف العمر عالم، عقائد سے متعلق اپنی تصنیف پر تقریظ لکھوانے تشریف لائے۔۔۔۔۔ کتاب کھول کر دیکھی تو غیوں اور رسولوں کا اس انداز سے تعارف کرایا گیا تھا کہ گویا وہ اللہ تعالیٰ کی بے بس مخلوق ہیں (معاذ اللہ) مثلاً یہ کہ بنی کو کنوئیں میں ڈال دیا جاتا ہے، قید کر دیا جاتا ہے، بیمار ڈال دیا جاتا ہے، دریا میں پھینک دیا جاتا ہے، مچھلی کے پیٹ میں محبوس کر دیا جاتا ہے۔ وطن سے بے وطن کر دیا جاتا ہے۔ میدانِ جنگ میں لوہان کر دیا جاتا ہے، رورو کے وہ بینائی سے محروم ہو جاتا ہے، آگ میں ڈال دیا جاتا ہے، وغیرہ وغیرہ۔

راقم نے عرض کیا کہ اولوالعزم غیوں اور رسولوں کا یہ کیسا تعارف کرایا ہے؟۔۔۔۔۔ فرمانے لگے یہ تو سب قرآن میں موجود ہے، راقم نے عرض کیا۔۔۔۔۔ بے شک یہ سب کچھ قرآن میں ہے مگر اسی قرآن میں :-

○ یہ بھی تو ہے کہ سلیمان (علیہ السلام) کے خادم نے ملکہ سبا کا تخت سینکڑوں میل کی مسافت سے چشمِ زدن میں لا کر رکھ دیا۔



○ یہ بھی تو ہے کہ جب بیٹ اللہ کی طرف آپ کی نظریں پھریں تو سارے عالم کی نظریں اس طرف پھیر دی گئیں۔

○ یہ بھی تو ہے کہ جب آپ میدانِ جہاد میں اترے تو فرشتے فوج در فوج آپ کی مدد کو جا پہنچے۔

○ یہ بھی تو ہے کہ اُس تاجدارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو اُس کے مولیٰ نے مسجدِ حرام سے مسجدِ اقصیٰ تک راتوں رات سیر کرائی اور پھر اُن بلند یوں پر لے گیا جس کا تصور انسان کے بس کی بات نہیں۔

اللہ اللہ یہ سارے اذکارِ قرآن حکیم میں موجود ہیں۔ ان کا کیوں ذکر نہ کیا؟ فرمانے لگے : عظمتوں کا ذکر کیا جائے تو لوگ کُفر و شرک میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ فقیر نے عرض کیا کہ اس کی فکر تو حق جل مجدہ فرماتے گا جس نے ایسی آیات نازل فرمائیں، آپ کیوں اس فکر میں مبتلا ہو گئے؟ پھر مجبور ہو کر فرمانے لگے کہ ”عظمتوں کی باتیں تو مسابہ و مجالس میں علماء و واعظین سے سُنی جاسکتی ہیں“ فقیر نے عرض کیا لیکن آپ اپنی کتاب میں اس کا ذکر نہ فرمائیں گے؟ اِس پر وہ عالم خاموش ہو گئے اور پوچسی پائُمیدی کے ساتھ اپنا مسودہ لے کر چلے گئے۔

اس سانحہ سے سخت صدمہ ہوا اور یہ معلوم ہوا کہ ہمارے درمیان اب بھی ایسے لوگ موجود ہیں جو ایسی آیات و احادیث کو برسرِ منبر بیان نہیں کرنا چاہتے جن میں محبوبانِ خدا کی تعریف و توصیف اور اُن کی عظمتوں اور منزلتوں کا ذکر ہے۔ اس لئے بالعموم ان حضرات کا موضوع کفر و شرک ہی رہتا ہے اور وہ محبوب سے زیادہ مغضوب کا ذکر کرنا پسند کرتے ہیں۔ یہ بات تقاضائے ایمان کے منافی ہے، کوئی مسلمان نہیں جو ایسا کرنے پر دل سے آمادہ ہو۔ اللہ تعالیٰ نے دُوسرے زمین کے تمام انسانوں کو اپنی جناب میں یہ التجا کرنے کا حکم دیا۔ (اے اللہ) ہمیں سیدھے راستے پر چلا، ان (برگزیدہ پیاروں) کا راستہ جن پر تونے



انعام فرمایا۔۔۔۔۔ اللہ اکبر! ان پیادوں اور محبوبوں کے ذکر کے بغیر نہ دعا، دعا ہے اور نہ نماز، نماز۔۔۔۔۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے کہ ہر دعا میں اول و آخر درود شریف پڑھ لیا کرو۔۔۔۔۔ درود شریف کا مقبول بارگاہِ انبوی ہونا ایک کھلی حقیقت ہے۔۔۔۔۔ جب اول و آخر کی چیز قبول ہوگی تو بچہ بیچ کی چیز کیسے رد کی جا سکتی ہے۔۔۔۔۔ سبحان اللہ۔۔۔۔۔ بہر کیف ذکر تھا تقویۃ الایمان کا۔۔۔۔۔ بات کہاں سے کہاں پہنچی۔۔۔۔۔

تقویۃ الایمان میں قرآن کریم کی آیات کے غلط انطباق سے کفر و شرک کا جو معیار قائم کیا گیا ہے اگر اس کو تسلیم کر لیا جائے تو مولوی اسماعیل کے معاصرینِ اُردان سے قبل عالمِ اسلام کے کروڑوں مسلمان کافر و مشرک ٹھہرتے ہیں جتنی کہ زمانہ حال میں عالمِ اسلام کے مسلمانوں کی اکثریت کافر و مشرک قرار پاتی ہے، اس طرح کوئی مسلمان حکومت، اپنے ہاں مسلم اکثریت کا دعوے نہیں کر سکتی۔۔۔۔۔ اس لئے مولوی اسماعیل کے خیالات و افکار کو آسانی سے قبول کرنا سخت خطرناک ہوگا، مناسب یہ ہوگا کہ ان کو نقد و نظر کی بجٹی میں پکا کر اچھی طرح دیکھ لیا جائے اور کھوٹا دکھرائے۔

تقویۃ الایمان کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ مولوی اسماعیل دہلوی جمود کے قائل ہیں، حرکت کے نہیں۔۔۔۔۔ زندگی اور فکر زندگی منازلِ ارتقاء سے گزرتی ہے۔ اور اسلام کا سب سے بڑا امتیاز یہ ہے کہ اُس نے زندگی کے فطری عمل کو نظر انداز نہیں کیا۔۔۔۔۔ وہ ان معنوں میں حرکی ہے کہ حرکت و عمل کا اُس نے پورا پورا خیال رکھا ہے۔۔۔۔۔ اور ان معنوں میں جامد ہے کہ اس کے اصول و ضوابط میں کوئی تغیر و تبدل نہیں۔۔۔۔۔ سب کے سب اپنی جگہ اٹل ہیں۔۔۔۔۔ وہ جامد ہوتے ہوئے جانِ حرکت ہے۔۔۔۔۔ یہی اس کا

لے بخاری شریف میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایسے لوگوں کو جو کفار کے حق میں نازل ہوئے والی آیات کو مسلمانوں پر چسپاں کرتے ہیں "شواہد خلق اللہ" فرمایا ہے۔ (بخاری شریف، مطبوعہ احمدی، ص ۱۰۲۲)



تقویۃ الایمان کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ مولوی اسماعیل نے انبیاء و صلحاء کے حق میں  
 یہی طرز عمل اختیار کیا جو انصاف پسند طبائع کے لئے نہایت ہی تکلیف دہ بات ہے۔۔۔۔۔ جب  
 پسند ہی بنیاد ٹھہری تو پسند کا حال تو ڈانوں ڈول ہے کبھی ایک چیز ایک وقت خاص میں اچھی معلوم  
 ہوتی ہے مگر دوسرے وقت بُری لگنے لگتی ہے۔۔۔۔۔ کچھ ہی حال تقویۃ الایمان اور اس  
 کے مؤیدین و متبعین کا ہے۔۔۔۔۔ وہ باتیں جو انبیاء علیہم السلام اور صلحاء سے اُمت کے  
 لئے اچھی نہیں معلوم ہوتیں، وہ اپنے اُستادوں اور شیوخ کے لئے اچھی لگنے لگتی ہیں۔۔۔۔۔  
 یا جو باتیں دوسروں کے کرتے سے اچھی نہیں معلوم ہوتیں، وہ خود کرنے سے اچھی ہو جاتی ہیں  
 ۔۔۔۔۔ یہ ایک دلچسپ مطالعہ ہے۔۔۔۔۔ راقم کے سامنے ایسے بہت سے شواہد و  
 نشانات ہیں۔۔۔۔۔ صاحب تقویۃ الایمان کے نزدیک انبیاء و صلحاء سب بے بس ہیں  
 ۔۔۔۔۔ اُن کو ذرہ برابر اختیار نہیں۔۔۔۔۔ مگر تقویۃ الایمان کے اس اڈیشن میں جو ہمارے  
 سامنے ہے، جامع و مرتب مولانا محمد عبدالعزیز صاحب نے مولوی اسماعیل کے قدرت و اختیار کا اس  
 طرح ذکر فرمایا ہے :-

غیر میں اتنا قابو پالیا تھا کہ جب چاہیں سو جاتیں اور جب چاہیں  
 جاگ اٹھیں۔ لے

حالانکہ قرآنی آیات بتا رہی ہیں کہ اختیار تو خدا کو ہے کہ جب چاہے سلاتے، جب چاہے  
 اٹھائے اور جب چاہے سوتے سوتے اپنے پاس بلالے۔

# عبارات تقویۃ الایمان

اُب ہم اُن عبارات و کلمات کی طرف متوجہ ہوتے ہیں جو تقویۃ الایمان میں آج بھی موجود ہیں اور جس پر علمائے اسلام کی ایک کثیر جماعت معترض ہے۔ یہاں ہم جدیدہ و جدیدہ صرف ۱۶ عبارات نقل کرتے ہیں۔۔۔۔۔ علمائے اسلام کا اعتراض صحیح ہے یا یہ محض ایک قبتہ انگیزی ہے جس کا داعیہ نفس امارہ ہے۔ اس کا فیصلہ مندرجہ ذیل حقائق و شواہد کی روشنی میں بخوبی کیا جاسکتا ہے۔۔۔۔۔ تقویۃ الایمان کی عبارات ملاحظہ فرمائیں :-

## پہلی عبارت :-

جس نے اللہ کا حق اللہ کی مخلوق میں سے کسی کو دے دیا، اس نے بڑے سے بڑے کا حق ذلیل سے ذلیل شخص کو دے دیا کیونکہ خدا سب سے بڑا ہے اور خدا کے مقابلے میں اس کی مخلوق کی غلامانہ حیثیت ہے، جیسے کوئی تاج شاہی ایک چمار کے سر پر رکھ دے۔ لے

## دوسری عبارت :-

جب ہمارا خالق اللہ ہے تو ہمیں اپنے تمام مشکل اوقات میں اُسی کو پکارنا لائق ہے، کسی اور سے ہمیں کیا واسطہ؟ جیسے کوئی کسی بادشاہ کا غلام ہو گیا تو وہ اپنی ضرورت اپنے بادشاہ ہی کے پاس لے جائے گا اُسے دوسرے بادشاہوں سے کیا واسطہ؟ کسی بھنگی چمار کا تو ذکر ہی کیا ہے؟



## تیسری عبارت :-

یقیناً تو ہر شخص خواہ وہ بڑے سے بڑا انسان ہو یا مقرب ترین فرشتہ،  
اُس کی حیثیت شانِ اُلوہیت کے متابلے پر ایک چار کی حیثیت سے  
بھی زیادہ ذلیل ہے۔ ۱

## چوتھی عبارت :-

تمام انبیاء و اولیاء اس کے سامنے ایک ذرے سے بھی کم تر ہیں۔ ۲

مندرجہ بالا اقتباسات سے معلوم ہوتا ہے کہ مولوی اسماعیل کے نزدیک کسی بھی حالت میں غیر اللہ  
سے استعانت جائز نہیں۔ نیز یہ کہ انبیاء علیہم السلام اور صلحائے اُمت شانِ اُلوہیت کے سامنے ذرے،  
بھنگی اور چمار سے زیادہ ذلیل ہیں۔ (معاذ اللہ)

جہاں تک غیر اللہ سے استعانت کا تعلق ہے انبیاء تو انبیاء غیر انبیاء سے بھی استعانت کا  
حدیث شریف میں حکم ہے مثلاً ایک حدیث میں آتا ہے کہ کوئی جنگل میں راستہ بھول جائے۔ اور  
کوئی رہبر نہ ملے تو یہ کہے :-

يَا عِبَادَ اللَّهِ اَعِيْزُوْنِيْ ۱

اے اللہ کے بندو! میری مدد کرو!

اللہ کے ایسے بندے موجود ہیں جو نظر نہیں آتے مگر پکارنے پر بھولے بھٹکوں کو راستہ

بتلاتے ہیں۔

مولیٰ مسی بات ہے جو بچوں کی سمجھ میں بھی آسکتی ہے۔ ————— کسی کو اللہ سمجھ کر مانگنا اور

۱۔ اسماعیل دہلوی: فتویٰ الایمان مع تذکیر الاولیاء مطبوعہ لاہور، ص ۴۳

۲۔ اسماعیل دہلوی: فتویٰ الایمان مع تذکیر الاولیاء مطبوعہ لاہور، ص ۶۶

۳۔ شمس الدین محمد بن محمد بن یوسف الجمری، حصہ چہارم، ص ۲۲

بات ہے اور اللہ کا بندہ سمجھ کر مانگنا اور بات ہے۔ مانگنے، مانگنے میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ مگر بڑا یہ کہ وہ ساری آیات جو اللہ سمجھ کر مانگنے کے متعلق تھیں اور جن کا تعلق ہر کفار و مشرکین سے تھا ان کو مسلمانوں پر چسپاں کر دیا گیا جو محبوبانِ خدا سے اللہ کا مقرب بندہ سمجھ کر مانگا کرتے تھے، اس طرح اچھے خاصے مسلمانوں کو کفار و مشرکین کی فہرست میں شامل کر کے ان کا قتل عام کیا گیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ حقیقت میں رُوئے زمین پر کوئی مسلمان ایسا نہیں جو اللہ کے بندوں سے اللہ سمجھ کر مانگتا ہو۔ اور بغیر عطائے ربانی کے کسی کو صاحب اختیار و اقتدار تسلیم کرنا ہو۔

مذکورہ اقتباسات میں مولوی اسماعیل نے انبیاء و صلحاء خصوصاً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی دبے نظروں میں ڈرہ، جھنگلی اور چارہ سے زیادہ اذیت ناک الفاظ کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ جن کو لکھتے ہوئے بھی قلم لرز رہا ہے۔ چار اور جھنگلی ہندوؤں کی بیچ قویں ہیں۔ اس لئے محبوبانِ خدا کو بدترین کفار و مشرکین اور مفسدین سے تشبیہ دینا بلکہ ان سے بدتر کہنا کہاں تک درست ہے؟ عقل سلیم جواب دے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خانہ کعبہ میں بنی ہوئی تصاویر مٹانے کا حکم دیا مگر حضرت مریم اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام کی تصاویر پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا دست مبارک رکھ لیا۔ باقی تصاویر مٹا دی گئیں اور تصویریں خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پانی سے مٹائیں اور ان کی جگہ زعفران لٹائی کہ اس جگہ کو حضراتِ قدسیہ سے ایک قسم کی نسبت تو تھی ورنہ زعفران لگانے کی چندان ضرورت نہ تھی۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نسبتوں کا اتنا خیال فرمایا۔ مگر مولوی اسماعیل نے انبیاء علیہم السلام کی ذواتِ عالیہ کو جن کی جعلی تصاویر کا محض نسبت کی وجہ سے



## پہلی تمثیل :-

ایک غلام ہے جو بالکل دوسروں کے اختیار میں ہے اور کسی چیز پر قدرت نہیں رکھتا۔۔۔۔۔ اور ایک ایسا شخص ہے جس کو ہم نے اپنے پاس سے بہت سا صاف ستھرا مال عطا فرمایا ہے اور وہ اُس کو پوشیدہ اور ظاہر خرچ کرتا ہے۔۔۔۔۔ تو کیا یہ دونوں شخص برابر ہیں۔۔۔۔۔ الحمد للہ لیکن اکثر لوگ سمجھ نہیں رکھتے "۱"۔

## دوسری تمثیل :-

"دو آدمی ہیں، ایک ان میں سے گونگا اور دوسروں کی ملک ہے۔۔۔۔۔ بے اختیار و ناتواں۔۔۔۔۔ کسی چیز پر قدرت نہیں رکھتا۔ اور اپنے مالک کو دو بھر ہو رہا ہے، جہاں اُسے بھیجتا ہے کبھی بھلائی نہیں لاتا۔۔۔۔۔ کیا ایسا گونگا، بہرا اور وہ شخص جو سننا، بولتا اور لوگوں کو انصاف کرنے کا حکم دیتا ہے اور خود سیدھے رستے پر چل رہا ہے دونوں برابر ہیں؟" ۲

## پانچویں عبارت :-

ربیع النزاریہ کی شادی کے موقع پر آپ ان کے پاس آ بیٹھے۔۔۔۔۔ بچوں نے گانے میں یہ بھی کہہ دیا کہ ہمارا نبی کل کی بات جانتا ہے۔  
(و فینا نبیا یعلم ما فی غد)  
آپ نے اسے منع کیا اور فرمایا یہ بات نہ کہو معلوم ہوا کہ کسی بڑے سے



بڑے انسان کے بارے میں یہ عقیدہ نہ رکھے کہ وہ غیب داں ہے بلکہ

لیکن یہ بات خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کہنے کی کسی کو جرأت ہے جو بعد نماز ظہر منبر مسجد پر شریف فرما ہو کہ آثار قیامت کے بارے میں اخبار غیبیہ کا اعلان فرما رہے ہیں۔ اور پھر یہ ارشاد ہو رہا ہے  
 من احب ان یسئلنی عن شیء فلیسألنی عنہ فواللہ لایسئلونی عن شیء  
 الا اخبو منک وہ۔ ۷

(ترجمہ) جو شخص مجھ سے کچھ پوچھنا پسند کرتا ہے وہ اس کے بارے میں مجھ سے پوچھ لے کہ خدا کی قسم تم مجھ سے جو بات پوچھو گے میں تم کو بتاؤں گا۔  
 اور کیا یہ بات مذاہب رسول، جلیل القدر صحابی حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ سے بھی کسی کو کہنے کی جرأت ہے جنہوں نے بڑا فرمایا :-

نبی یری ما لا یر الناس حوله ویتلوا کتاب اللہ فی کل مشہد  
 فان قال فی یوم مفت الہ غائب فتصدیقہا فی ضحوة الیوم او غدا  
 (ترجمہ) ایسے نبی ہیں کہ وہ دیکھتے ہیں جو دوسروں کو نظر نہیں آتا، ہر جگہ گاہ میں کتاب اللہ پڑھتے ہیں۔ اگر کسی دن کوئی غیب کی بات بتاتے ہیں تو اُسی دن یا دوسرے دن اُس کی تصدیق ہو جاتی ہے۔  
 قطع نظر اس روشن حقیقت کے کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو غیب داں سمجھتے تھے اگر مندرجہ بالا حدیث شریف پر غور کیا جائے تو اس سے مسند رجہ ذیل باتیں مستنبط ہوتی ہیں :-

(۱) بچوں تک وہی بات پہنچتی ہے جو گھر گھر عام ہو چکی ہو۔ بچوں کو کیا پڑی کہ خواہ مخواہ

لہ اسمعیل دہلوی، تقویت الایمان مع تذکیر الاخوان، مطبوعہ لاہور، ص ۲۴-۲۵

۲۔ جلال الدین سیوطی، خصائص الکبریٰ، جلد دوم، فیصل آباد، ص ۱۰۷

۳۔ حسان بن ثابت، دیوان حسان، مطبوعہ بیروت، ص ۱۴۴

اپنے دل سے ایک ایسی بات گھر لیں جو انہوں نے اپنے گھر میں نہ سنی اور وہ بھی عہد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بچے، جن کی تربیت آغوش صداقت میں ہوتی تھی۔۔۔۔۔ بچوں کے یہ کہنے سے کہ وہنا بندیا لعلہ فانی غلہ۔۔۔۔۔ یہ ثابت ہوتا ہے کہ عہد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں یہ بات زبانِ نوح خاص و عام کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم غیب کی باتیں جانتے ہیں۔

(ب) حدیث شریف میں آیا ہے کہ جب تمہارے سامنے کوئی تمہاری تعریف کرے تو اس کے چہرے پر خاک ڈال دو۔۔۔۔۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم دوسرے کو یہ ہدایت فرمائی ہے تو خود اپنی تعریف کیسے سن سکتے تھے، وہ سر پر پا عجز و انکسار تھے، انکسار کی حد ہے کہ صحابہ کرام کو اپنے لئے اٹھنے نہ دیتے تھے۔۔۔۔۔ ایسی سورت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا بچوں کو منع کرنا آپ کے عجز و انکسار پر محمول کیا جائے گا نہ کہ آپ کی بے خبری پر۔ (معاذ اللہ)

(ج) اگر واقعی آپ غیب کی باتیں نہ جانتے تھے اور یہ صفت خاص اللہ تعالیٰ کے لئے مختص تھی تو غیر خدا میں اس کا اقرار و اثبات کفر و شرک تھا اور اس کے لئے قاتلین کی فہمائش ضروری تھی مگر حدیث شریف سے صرف اتنا معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے فرمایا کہ وہی گاؤں جو پہلے گارہی تھیں۔۔۔۔۔ اور کوئی نفیحت و فہمائش نہ فرمائی۔

(د) شادی بیاہ کے وقوع پر گانے وغیرہ کا ایک ماحول ہوتا ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ارشاد گرامی سے ماحول کی شگفتگی اور بے تکلفی کو برقرار رکھا اور اس کی پوری پوری رعایت فرمائی، ہر کلام کا ایک محل ہوتا ہے۔۔۔۔۔ آپ شادی کی محفل کو شادی کی محفل ہی رکھنا چاہتے تھے، نعت کی مجلس نہیں۔ یہ آپ کا انکسار تھا۔

چھٹی عبارت :-

سب کاموں کے مختار کا نام اللہ ہے اور جس کا نام محمدؐ یا علیؑ ہے

اُس کو کسی بات کا اختیار نہیں۔ لہ

اللہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بے اختیار نہیں کیا مگر اپنا دل چاہا تو بیک جنبشِ قلم بے اختیار بنا دیا اور اس طرح نہایت بے باکی سے خدا کے اختیار کو بھی اپنے اختیار میں لے لیا۔ جو اندازہ گفتار مولوی اسماعیل نے اختیار کیا ہے یہ اندازہ تو قرآن کریم میں بھی نظر نہیں آتا۔

یہاں یہ امر باعثِ تعجب ہو گا کہ مولوی اسماعیل جس اختیار کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ میں ثابت نہیں مانتے وہی اختیار جامع تقویۃ الایمان، مولوی اسماعیل میں ثابت کر رہے ہیں، جس کا حوالہ اوپر دیا جا چکا ہے۔ خود قرآن کہتا ہے کہ اللہ جس کو چاہتا ہے سلا دیتا ہے، جس کو چاہتا ہے اٹھا دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے سوتے سوتے اٹھا لیتا ہے۔ تو سونا اور سونے کے بعد جاگنا تو اللہ کے اختیار میں ہے، مگر مولوی اسماعیل میں اس اختیار کو ثابت کیا گیا ہے۔ اس طرح وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے اختیار و اقتدار میں سبقت لے گئے۔ (معاذ اللہ)

اس اقباس میں ایک اور بات نہایت افسوس ناک نظر آتی ہے کہ نام محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھ درود و سلام سے اجتناب کیا گیا کم از کم یہ بات ایک مسلمان عالم سے متوقع نہیں۔ مگر یہ حقیقت مزید حیرت ناک ہے کہ پیش نظر پوری تقویۃ الایمان اور تذکیر الاخوان میں نام محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھ درود و سلام نہیں حتیٰ کہ اگر حدیث میں ہے تو ترجمہ میں نہیں اور ہے تو محفل مختصر، صرف اشارہ۔ نام محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھ یہ تنگ دلی ایک معمولی مسلمان کو بھی زیب نہیں دیتی چہ جائیکہ وہ حضرات جو مرشد و مصلح بن کر سامنے آئیں۔ نہ معلوم یہ کاتب کی غلطی ہے یا مصنف کی۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اختیار و اقتدار کا اندازہ تو بہت سی آیات و احادیث سے ہوتا ہے صرف یہی ایک آیت کافی ہے جو بتا رہی ہے کہ نہ صرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم صاحب اختیار و اقتدار ہیں بلکہ طلب کرنے والے آپ کے وسیلے سے اختیار و اقتدار طلب کیا کرتے تھے۔ غور فرمائیں۔





اس اقتباس میں مولوی اسماعیل دہلوی نے اپنے گنہ گار پیروں کی خوب مدافعت فرمائی ہے اور گنہ گاروں کی تقریباً ساری اقسام گناہی ہیں، یقیناً یہ اقتباس ان کے متبعین کے لئے وجہ سکون و طمانیت ہوگا۔ غیر اللہ سے مدد لینے والا اور اس حدیث پاک پر عمل کرنے والا یا عباد اللہ اعدیوں یا ایسا مشرک ہے، زمانے بھر کے گنہ گار جس کے پاس گناہ بھی نہیں۔ پھر اس اقتباس میں غیر اللہ سے استعانت کا ذکر نہیں بلکہ "ماننے" کا ذکر ہے اور غیر اللہ کو ماننے بغیر انسان مسلمان ہوتا نہیں۔ اور یہاں فرما رہے ہیں کہ ماننے سے مشرک ہوتا ہے۔ خدا جانے روادری میں ایسی بات کیوں لکھ دی جو ان کے اپنے عقیدے میں داخل نہیں یعنی رسولوں اور فرشتوں کو ماننا جو غیر اللہ ہی ہیں۔

یہاں جملہ معترضہ کے طور پر ایک واقعہ نقل کرنا چلوں۔ مولوی اسماعیل کے مؤیدین اور متبعین کی مساجد میں خطبہ جمعہ سے قبل اور خطبہ جمعہ میں خطبہء وائمہ کا موضوع کفر و شرک ہی رہتا ہے۔ ضلع تھریار (سندھ) میں شہر مٹھی میں راقم نے تین سال گزارے۔ وہاں جامع مسجد میں خطیب صاحب دو جمعہ مسلسل کفر و شرک پر بولتے رہے۔ جب تیسرے جمعہ بھی یہی تقریر فرمائی تو نماز جمعہ کے بعد خلوت و تنہائی میں راقم نے دریافت کیا کہ مسی میں نمازی مسلمان سمجھتے یا کافر و مشرک؟ انہوں نے فرمایا کہ "مسلمان"۔ راقم نے عرض کیا مگر مسلسل تین جمعوں سے تو یہ محسوس ہو رہا ہے کہ آپ جمع کفار و مشرکین میں تقریر فرما رہے ہیں۔ اس پر وہ نادم ہوئے اور آئندہ جمعہ سے مغضوبوں کے بجائے محبوبوں کا ذکر کرنے لگے۔ قرآن میں کفار و مشرکین کا اس لئے ذکر ہے کہ جب قرآن نازل ہو رہا تھا تو اس کے اولین مخاطب یہی لوگ تھے، اب ان آیات کو مسلمانوں پر چسپاں کرنا کھلی خیانت اور دیدہ دلیری ہے۔

صلی اللہ علیہ وسلم کے اختیار و اقتدار کی بات چل نکلی تو یہ عرض کرتا چلوں کہ جب

یہ گواہی دے رہے ہیں کہ جب ان کے اختیار کا یہ عالم ہے تو اُس کے اختیار کا کیا عالم ہو گا جو  
مختار مطلق ہے! ————— وہ مظہر صفاتِ الہیہ ہیں۔ ان کی ذاتِ قدسی ہر صفت کی  
جلوہ گاہ ہے۔ ————— صفات کا اقرار، ذات کے اقرار کے لئے لازمی ہے۔ ————— جو  
صفات سے انکار کرتا ہے اُس کی رسائی ذات تک نہیں ہو سکتی۔ ————— جب یہ کہا  
جائے کہ اقتدارِ اعلیٰ صدرِ مملکت کے پاس ہے تو اس کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ مملکت کے سارے  
وزیر و امیر بے دست و پا ہیں۔ بلکہ اقتدارِ اعلیٰ کا ایک مرکز پر مرکوز ہونا اس بات کی روشن علامت  
ہے کہ مملکت میں صاحب اختیار و اقتدار حضرات بھی موجود ہیں، یہاں ————— طوائفِ الملوک کی  
نہیں۔ ————— ایک نظامِ حکومت ہے۔ ————— جو حضرات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بے اختیاری  
کی بات کرتے ہیں اور ڈھونڈ ڈھونڈ کر ایسی آیات و احادیث تلاش کرتے ہیں، اُن کو اپنے عمل  
پر نظر ثانی کرنی چاہیے اور یہ دیکھنا چاہیے کہ وہ کیا کر رہے ہیں؟ ————— ایک مسلمان کو  
یہی کرنا چاہیے؟ ————— کیا خادوں میں گُل تلاش کئے جاتے ہیں یا گُلوں میں خار؟

ابوداؤد شریف میں یہ حدیث ہے کہ ایک دیہاتی صحابی دربارِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر  
ہوئے اور دُعا کی درخواست کرتے ہوئے عرض کیا کہ ہم اللہ تعالیٰ کے پاس آپ کو شفیع بنانا چاہتے  
ہیں۔ ————— آپ نے ازراہِ انکسار ارشاد فرمایا:۔  
”اللہ پاک کسی سے سفارش نہیں کراتا۔“

اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کافی دیر تک رب تعالیٰ کی حمد و ثنا کرتے رہے۔ اور  
مجمع صحابہ (رضی اللہ عنہم) پر ایک روحانی کیفیت طاری ہو گئی۔ ————— مگر مولوی اسماعیل  
نے اس کیفیت کو نہایت مہیب شکل میں پیش کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں:۔

## اکھویں عبارت

سُبْحَانَ اللَّهِ اَوْ دَامَ اِنْسَانُوْنَ مِّنْ سَعَةِ الْفَضْلِ اِنْسَانٍ، مَّجْذُوبٍ خَارِجٍ، اَمَّا  
مَجْتَبِیُّ مُحَمَّدٍ رَّسُولٍ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم (کذا) کی تو یہ حالت ہے کہ ایک گنوار کے مُنہ سے  
ایک نامعقول بات نکل گئی تو آپ کے دہشت کے مارے ہوش  
اڑ گئے۔

اس موقع پر مولوی اسماعیل خاں معمول حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی جناب میں ادب و احترام سے  
پیش آئے ہیں اور یہ غالباً اس لئے کہ جو تلخ بات وہ کہنا چاہتے ہیں، نہ کھٹکے۔ مگر حسب معمول  
دُرود و سلام بھول گئے اور اشارہ پر ہی اکتفا کیا، بہر کیف اس انداز بیان کو عظیم معافی و بیان میں  
تاکید الذم بسا ایشبہ المدح کہہ سکتے ہیں یعنی مذمت کی تاکید ایسے الفاظ کے ذریعہ کرنا جو  
بظاہر مدح معلوم ہوتے ہوں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو عالم ظاہر میں شفیع بنانا مولوی اسماعیل کو اچھا معلوم نہیں ہوا حالانکہ  
حضور صلی اللہ علیہ وسلم نہ صرف عالم ظاہر بلکہ عالم آخرت میں بھی گنہ گاروں کے شفیع ہیں۔  
یہ ڈھکی چھپی بات نہیں، بالکل ظاہر و باہر ہے۔ عالم ظاہر میں شفاعت پر  
تو یہی ایک آیت کافی ہے۔

وَلَوْ اَنَّہُمْ رَاَوْ ظَلَمُوْا اَنْفُسَہُمْ جَاءُوْکَ فَاسْتَغْفِرُوْا اللّٰہَ وَاسْتَغْفِرْ لَہُمْ

اے معاذ اللہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو شفیع بنانا ایک نامعقول بات ہے۔ خود قرآن حکیم میں ارشاد ہوتا ہے  
عَسٰی اَنْ یَّیْتَعَاکَ رَبُّکَ مَقَامًا تَحْمُوْذًا۔ (بنی اسرائیل: ۷۹) یہاں مقام محمود سے مراد مقام  
شفاعت ہی ہے۔ اس کے علاوہ آیت مذکورہ وَ کَاْنُوْا مِّنْ قَبْلِیْ سَافِلِیْنَ اِسْمٰی حَقِیْقَتًا  
پر دلالت کرتی ہے۔ مسعود

۱۔ اسماعیل دہلوی: تقویۃ الایمان مع تذکیر الاخوان، مطبوعہ لاہور، ص ۶۷

الرَّسُولُ يُوجَدُ وَاللَّهُ تَوَّابًا رَحِيمًا ۝

(ترجمہ) اور اگر جب وہ اپنی جانوں پر ظلم کریں تو اُسے محبوب تمہارے حضور حاضر ہوں اور پھر اللہ سے معافی چاہیں اور رسول اُن کی شفاعت فرمائے تو ضرور اللہ کو بہت توبہ قبول کرتے والا مہربان پائیں۔

ایک حدیث شریف میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی عظمتوں کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔  
اذ كان يوم القيامة كنت امام النبيين وخطيبهم وشفاعتهم  
غير فخر۔ ۷

(ترجمہ) قیامت کے دن میں انبیاء کا امام اور خطیب اور اُن کا صاحب شفاعت ہوں گا اور یہ بات فخر سے نہیں کہتا۔

ان تمام حقائق کے باوجود مولوی اسماعیل نے اپنے مطلب کی بات نکالی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی کام کے لئے اللہ تعالیٰ کے حضور شفیع بنانا نامعقول بات ہے۔ (معاذ اللہ)۔  
پھر اگر نامعقول بات ہے تو ہوش اُس کے اڑنے چاہئیں جو نامعقول بات کہے  
سننے والے کے ہوش اڑنا عجیب بات ہے اور وہ بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہوش  
قلبِ مسلم یہ سوچنے پر مجبور ہے کہ کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے یہ الفاظ استعمال کرنا کہ :۔  
”دہشت کے مارے ہوش اڑ گئے“

زنتہا درجہ کی بے باکی اور کُتباخی نہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہوش تو اُس وقت بھی قائم  
ریں گے جب قیامت کی دہشت سے سب کے دل دہل رہے ہوں گے اور سب حیران و

۱۔ القرآن الحکیم، سورۃ الفسار ۶۴

۲۔ (۱) ابوالخیر بن عیسیٰ، ترمذی شریف، جلد دوم، ص ۲۰۱

(۲) (۱) جلال الدین سیوطی، خصائص الکبریٰ، جلد دوم، فیصل آباد، ص ۲۲۴



پریشان ہوں گے۔۔۔۔۔ آپ ہی دربارِ الہی میں سب سے پہلے حاضر ہوں گے۔

قرآن حکیم میں جہاں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے متعلق یہ بتایا جا رہا ہے کہ جب پہاڑ پر تجلیاں  
جلوہ ریزہ ہوتیں تو اس کی تاب نہ لاکر پہاڑ ریزہ ریزہ ہو گیا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام بے ہوش  
ہو گئے۔  
موسیٰ زہوش رفت بیک پر تو صفات  
تو عین ذات می نگری در تبسمی

اسی قرآن میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے فرمایا جا رہا ہے کہ لَقَدْ رَأَىٰ مِنْ  
آيَاتِ رَبِّكَ الْكُبْرَىٰ آپ نے پروردگار کی بڑی بڑی تجلیاں اور نشانیاں دیکھیں مگر مَا  
زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغَىٰ بے ہوش ہونا تو بہت دور کی بات ہے آپ نے تو آنکھ بھی نہ جھپکی  
اور نظر بھی نہ ہکی۔۔۔۔۔

حیرت کی بات یہ ہے کہ جس صفحے پر مولوی اسماعیل نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے یہ نشانات  
کلمات لکھے ہیں اسی صفحے پر یہ شعر بھی لکھا ہے۔

از حسنِ خواہیم توفیقِ ادب  
بے ادب محروم گشت از فضلِ رب

اللہ اللہ! توفیقِ ادب کی التجا ہے اور بے ادبی ہوتی جا رہی ہے، سچ ہے ع  
بے ادب محروم گشت از فضلِ رب

نویں عبارت

ایک حدیث شریف میں ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حذیفہ رضی اللہ  
تعالیٰ عنہ سے فرمایا:-

یوں نہ کہو جو اللہ نے چاہا اور محمدؐ نے چاہا بلکہ یوں کہو جس کو اللہ وحدہ لا شریک  
نے چاہا۔ ۱۷

یہ کلمات ناتمام نقل کئے۔ اصل الفاظ یہ ہیں :-

لا تقولوا ما شاء الله وشاء فلان ولكن قولوا ما شاء الله  
شع شاء فلان۔ ۱۸

(ترجمہ) یہ نہ کہو جو اللہ نے چاہا اور فلاں نے چاہا بلکہ یوں کہو جو اللہ نے چاہا پھر  
فلاں نے چاہا۔

اس حدیث شریف میں حضور تو حضور، غیر کی چاہت سے بھی اعراض نہیں کیا گیا مگر چاہنے  
کا سلیقہ بتا دیا۔ مگر مولوی اسماعیل دہلوی نے حدیث شریف کا وہ حصہ نقل کر کے جس سے ان کی  
مزعومہ بات ثابت ہوتی تھی یہ نتیجہ اخذ کیا :-

دسویں عبارت

یعنی شان الوہیت میں کسی مخلوق کو دخل نہیں، خواہ وہ کتنا ہی بڑا اور کیسا  
ہی مقرب کیوں نہ ہو مثلاً یوں نہ کہا جائے کہ اللہ اور رسول چاہے گا تو کام  
ہو جائے گا کیونکہ دنیا کا سارا کاروبار اللہ کے چاہنے سے ہوتا ہے، رسول  
کے چاہنے سے کچھ نہیں ہوتا۔ ۱۹

تخیل قبلہ کا واقعہ رسول علیہ السلام کی چاہت کا ایک ادنیٰ معجزہ ہے۔ ایک چہرے کے پھرنے  
سے سارے عالم کے چہرے پھر گئے۔ یہ کوئی معمولی بات ہے؟

۱۷ اسماعیل دہلوی، تقویۃ الایمان مع تذکیر الاخوان، مطبوعہ لاہور، ص ۴۹

۱۸ قطب الدین خان، مظاہر حق شرح مشکوٰۃ شریف، جلد اول، لاہور، ص ۵۱۰

۱۹ اسماعیل دہلوی، تقویۃ الایمان مع تذکیر الاخوان، مطبوعہ لاہور، ص ۴۹

تَذَرِي تَقَلِّبَ وَجْهَكَ فِي السَّمَاوَاتِ فَلَوْ لَبِيتَ قِبْلَةً تَرْضَاهَا  
قَوْلٍ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوُتُّوا  
وَجُوهَكُمْ شَطْرَهُ ۖ

(ترجمہ) ہم دیکھ رہے ہیں بار بار تمہارا آسمان کی طرف منہ کرنا تو ضرور ہم تمہیں  
پھیر دیں گے اُس قبلہ کی طرف جس میں تمہاری خوشی ہے۔ ابھی اپنا منہ پھیر دو  
مسجد حرام کی طرف اور اُسے مسلمانوں تم جہاں کہیں ہو اپنا منہ اس طرف کرو۔  
کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے ۷

اُسے زبے شانِ عہدیتِ تری تو جدھر ہے اُدھر خدائی ہے  
ایک دوسری آیت میں اس چاہت کی مزید تشریح کی گئی ہے۔ ارشاد ہوتا ہے :-  
وَمَا جَعَلْنَا الْقِبْلَةَ الَّتِي كُنْتَ عَلَيْهَا إِلَّا لِنَعْلَمَ مَنْ يَتَّبِعُ الرَّسُولَ  
مِمَّنْ يَنْقَلِبُ عَلَى عَقْبَيْهِ ۖ

(ترجمہ و تفہیم) جس قبلہ کی طرف تمہاری نگاہِ کرم تھی ہم نے اُس کو اس لیے قبلہ بنایا  
کہ یہ اہل انبیاء کا جو جائے کہ کون تمہاری چاہت کا پاس و لحاظ رکھتے ہوئے تمہاری پیروی  
کرتا ہے اور کون اس چاہت کو ٹھکرا کر اُسے پاؤں پھرتا ہے۔  
کیا خوب کہا ہے ۸

کعبہ کا کعبہ دوسے محمد صلی اللہ علیہ وسلم

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی چاہت کو جس نے ٹھکرایا۔ اللہ تعالیٰ کے حضور وہ مردود و ٹھکرا  
اسی لیے خلیفہ ہارون الرشید کے دسترخوان پر جب کدو پک کر آیا۔ ایک صاحب نے کہا کہ





”اپنے بھائی کی تعظیم کرو“

مولوی اسماعیل نے حسب معمول ان منکسر الذہن الفاظ کو حقیقت پر محمول کر کے جو نتیجہ نکالا وہ یہ ہے :-

بارہویوں عبارت

یعنی تمام انسان آپس میں بھائی بھائی ہیں، جو بہت بزرگ ہو و بڑا بھائی ہے۔ اُس کی بڑے بھائی کی تعظیم کرو، باقی سب کا مالک اللہ ہے۔ عبادت اسی کی کرنی چاہیے۔ معلوم ہوا کہ جتنے اللہ کے مقرب بندے ہیں خواہ انبیاء ہوں، اولیاء ہوں، وہ سب کے سب اللہ کے بے بس بندے ہیں اور ہمارے بھائی ہیں مگر حق تعالیٰ نے انہیں بڑائی بخشی تو ہمارے بڑے بھائی کی طرح جوئے بے

حدیث شریف میں صرف ”بھائی“ کا ذکر ہے، چھوٹے بڑے کا نہیں مولوی اسماعیل نے لفظ ”بھائی“ کو حقیقت پر محمول کر کے اس کی تقسیم کی اور چھوٹے بڑے بھائی کا بزرگ خود تعین کیا، اس کے علاوہ حدیث شریف میں ”بے بسی“ کا کوئی ذکر نہیں لیکن چونکہ مولوی اسماعیل انبیاء و اولیاء کو بے بس دیکھنا چاہتے ہیں اس لئے یہ بات اپنے دل سے نکال لی۔ مولوی اسماعیل کی تشریحات سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ ممنور علی اللہ علیہ وسلم کو زیادہ سے زیادہ بڑے بھائی کا درجہ دینے کے لئے تیار ہیں اس سے زیادہ نہیں۔ حالانکہ قرآن حکیم بھائی تو بھائی آپ کو باپ کہنے کی بھی ممانعت کر رہا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے :-

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِّن رِّجَالِكُمْ وَلَكِن رَّسُولَ اللَّهِ  
وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ ۚ

محمد اسماعیل دہلوی، تقویۃ الایمان مع تذکیر الاخوان، ص ۱۰۰

۱۰۰ القرآن الحکیم، سورۃ الاحزاب، ص ۴۰

(ترجمہ) محمد تمہارے مردوں میں کسی کے باپ نہیں ہاں اللہ کے رسول ہیں اور سب  
نبیوں میں پچھلے۔

بلکہ اس سے بھی زیادہ :-

النَّبِيُّ أَوْلَىٰ بِالْمُؤْمِنِينَ مِنْ أَنفُسِهِمْ وَأَزْوَاجُهُ أُمَّهَاتُهُمْ

(ترجمہ) یہ نبی مسلمانوں کا ان کی جان سے زیادہ مالک ہے اور اس کی بیبیاں ان  
کی مائیں ہیں۔

جو رسول کریم علیہ التحیۃ والتسلیم باپ سے زیادہ عزیز ہو اور جان سے زیادہ مالک و محبوب ہو  
اُس کو بڑا بھائی "گنا کس قدر جرات دے باقی کی بات ہے۔

تذکیر الاخوان مولوی اسماعیل سے منسوب کی جاتی ہے اس میں سورۃ الحجرات کی ایک آیت کی  
تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں :-

تیرھویں عبارت

یعنی طاقتور مسلمان بڑا بھائی "اور کمزور مسلمان چھوٹا بھائی" ہے۔ اور  
غیر مسلم بھائی ہے ہی نہیں۔ پھر بادشاہ ہو یا امیر، حاکم ہو یا وزیر، مولوی ہو  
یا مفتی، مشائخ ہو یا پیر اور امیر یا فقیر بھائی سے زیادہ کسی کی حقیقت نہیں  
جب مسلمان کے لئے یہ بات ہے تو کافروں کو تو گدھوں،

کتوں یا چوڑے چاروں کی طرح سمجھنا چاہیے۔ ۷

اس اقتباس سے تو یہ معلوم ہوا کہ انبیاء و صلحاء بڑے بھائی "بھی نہیں بلکہ چھوٹے بھائی"  
ہیں کیونکہ مولوی اسماعیل کے نزدیک وہ کمزور ہیں اور معاذ اللہ سب کے سب اللہ کے بے بس بندے

اگر ان اقتباسات پر زیادہ غور و فکر فرمائیں تو اذریغ حقائق سامنے آتے ہیں۔

پچھلے بہت سے اقتباسات میں انبیاء و اولیاء کو اللہ کی شان کے آگے (معاذ اللہ) چار ہی نہیں چار سے زیادہ ذیل کہہ آئے ہیں اور اب یہ کہہ رہے ہیں کہ کافروں کو چوڑے، چاروں کی طرح سمجھنا چاہئے، تو معاذ اللہ کفار و مشرکین، انبیاء و اولیاء سے ایک درجہ اوپر ہوئے۔ کیوں کہ کفار چار کی طرح اور وہ معاذ اللہ چار سے زیادہ ذیل۔۔۔۔۔ اور بقول مولوی اسماعیل، کافر بھائی ہے ہی نہیں تو معاذ اللہ جو ان سے نیچے درجے پر ہوا وہ کیسے بھائی ہوا؟۔۔۔۔۔ اس قسم کا اظہار خیال تو دور جدید کے کسی غیر مسلم نے بھی نہ کیا۔۔۔۔۔ ان کلمات کو سن کر غیر مسلموں کے سامنے ہماری نگاہیں جھٹک جاتی ہیں۔۔۔۔۔ افسوس صد افسوس یہ کیا لکھ دیا!

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ تو یہ فرماتے ہیں:-

ان الله فضل محمد صلى الانبياء و على اهل السماء۔ ۱

اللہ تعالیٰ نے محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام آسمان والوں اور کل نبیوں پر فضیلت دی۔

اور خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے ہیں:-

انا اكرم الاولين و الاخيرين على الله و لا فخر۔ ۲

میں اللہ کے نزدیک اولین و آخرین سے بہتر ہوں اور یہ بات فخر سے نہیں کہتا۔

اور قرآن حکیم نے جو آپ سے اُلفت و محبت کا معیار رکھا ہے، وہ ہرگز معاشرے کے کسی بڑے

بھائی کے لئے نہیں رکھا جاتا، غور کرو، خوب غور کرو۔۔۔۔۔ ارشاد ہوتا ہے:-

قُلْ اِنْ كَانَ اَبَاؤُكُمْ اَوْ

۱۔ محمد ابو عبد اللہ ولی الدین شکوۃ المصابیح: باب فضائل سید المرسلین فضل ثالث، مطبوعہ دہلی

۲۔ ایضاً، ص ۵۱۴

۳۔ القرآن الحکیم، سورۃ التوبہ، ۲۴ (یہ آیت سمجھے آپکی ہے)

تنبہ آپ فرمادیجئے اگر تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے اور تمہارے بھائی اور تمہاری عورتیں اور تمہاری بہنیں اور تمہاری کمائی کے مال اور وہ سودا جس کے نقصان کا تمہیں ڈر ہے اور تمہارے پسینے کا دشمن یہ چیزیں اللہ اور اُس کے رسول اور اُس کی راہ میں لڑنے سے زیادہ پیاری ہوں تو راستہ دیکھو یہاں تک کہ اللہ اپنا حکم لائے۔ الخ

اور اس آیت کی تشریح و تفسیر مزید اس حدیث شریف سے ہوتی ہے :-

لَا يَوْمَن أَحَدٌ كَوْحَتِي أَكُونَ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْ وَالِدِهِ وَوَلَدِهِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ ۱

(ترجمہ) تم میں سے کوئی مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ میں اُس کے نزدیک اُس کے والد اُس کی اولاد اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔

اور ایک اور حدیث شریف میں ارشاد ہوتا ہے کہ ایمان کی حلاوت اُس کو ملے گی۔

مَنْ كَانَ اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِمَّا سِوَاهُمَا ۲

(ترجمہ) جس شخص کے نزدیک اللہ اور اُس کا رسول تمام ماسوا سے زیادہ محبوب ہو۔

یقیناً یہ کوئی عظیم شہنشاہیت ہے جس سے محبت کے لئے اس قدر قدارت کا راز اور جانثارانہ جذبے کی ضرورت ہے۔۔۔ ہاں یہ اتنی عظیم ہے جس کا تعارف خود خدا کر رہا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے :-

وَلَقَدْ خَلَقْتُ الدُّنْيَا وَاهْلُهَا لَأَعْرِضَهُنَّ كَرَامَتِكَ وَمِنْ ذَلِكِ لَوْ كُنْتُ

مَّا خَلَقْتُ الدُّنْيَا ۳

(ترجمہ) میں نے دنیا اور مخلوقات دنیا اس لئے بنائی کہ میری بارگاہ میں جو تمہاری عزت و

۱۔ محمد بن اسماعیل بخاری شریف، کتاب الایمان، باب ۸، حدیث ۱۴

۲۔ بخاری شریف، کتاب الایمان، باب ۱۴، حدیث ۲

۳۔ احمد زینی ابن جلالین مکی، السیرۃ النبویہ والآنصار المحمدیہ، علی حاشیہ سیرت المحلبیہ، بیروت، ص ۷ (بہایت ابن عساکر)



منزلت ہے ان پر ظاہر کروں، اگر تم نہ ہوتے تو میں دنیا نہ بناتا۔

غور کرو، دنیا دار العمل ہے اور آخرت دار البحر۔ دار البحر کا دار و مدار دار العمل پر ہے جب دار العمل ہی نہیں تو دار البحر، اکیسا، اس حدیث کا اب یہ ترجمہ ہوگا کہ اگر تم نہ ہوتے تو میں دنیا و آخرت پیدا نہ کرتا۔ چنانچہ ایک دوسری حدیث میں ہے:-

لولا محمد ما خلقتك ولا ارضا ولا سماءا۔<sup>۱</sup>

(ترجمہ) (اے آدم) اگر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نہ ہوتے تو نہ میں تجھے پیدا کرتا اور نہ آسمان و زمین کو بناتا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم جلال رسالت لئے چوتے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا ہے:-

۱۔ يا عمر أتدري من أنا؟ انا الذي بعثني الله في التوراة

لموسى في الانجيل لعيسى وفي الزبور لداود ولا فخر لي

(ترجمہ) اے عمر تم جانتے ہو کہ میں کون ہوں؟ میں وہ ہوں

جس کو اللہ تعالیٰ نے موسیٰ کے لئے تورات میں مبعوث فرمایا، عیسیٰ کے

لئے انجیل میں اور داؤد کے لئے زبور میں مبعوث فرمایا۔ اور

اس پر مجھے کوئی غرور نہیں۔

ب۔ يا عمر أتدري من أنا؟ انا اسمي في التوراة احيى وفي

الانجيل البارقليط وفي الزبور رحيمًا وفي صحف ابراهيم

طاب طاب<sup>۲</sup>

(ترجمہ) اے عمر! تم کو معلوم ہے کہ میں کون ہوں؟ میں وہ ہوں

۱۔ احمد زینی الدحلان مکی: السيرة النبوية: آثار الحمدي: تالی حاشیہ سیرت الحلبيہ، بیروت، ص ۵

۲۔ علی بن برہان الدین الحلبي: سیرت حلبیہ، مطبوعہ مہر، ص ۲۳۳

جس کا نام ثورات میں "احید" ہے اور انجیل میں "بارقلیط" ہے، زبور میں "حمیاطا" ہے اور صحیفہ ابراہیم میں "طاب طاب"۔

کیا ایسی عزت والے اور ایسی منزلت والے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کے لئے یہ خیال بھی کیا جاسکتا ہے کہ وہ ہمارے بڑے بھائی کی طرح ہیں اور اللہ کے بے بس بندے؟  
 ہرگز نہیں ہرگز نہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اختیار کا عالم اس آیت شریفہ سے ظاہر ہا ہر ہے۔ ارشاد ہوتا ہے:-

وَلَوْ أَنَّهُمْ رَضُوا مَا آتَاهُمُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَقَالُوا حَسْبُنَا اللَّهُ سَيُؤْتِينَا اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ وَرَسُولُهُ إِنَّا إِلَى اللَّهِ رَاغِبُونَ ۝ ۷۰

(ترجمہ) اور کیا اچھا ہوتا اگر وہ اللہ اور رسول کے دیئے پر راضی ہوتے اور کہتے خدا کافی ہے۔ اب ہمیں دے اللہ در رسول اپنے فضل سے، ہم اللہ کی طرف رغبت کرنے والے ہیں۔

میلوی اسماعیل نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور رب تعالیٰ کے درمیان جو حد فاصل کھینچی ہے خود رب تعالیٰ نے اس کو مٹا دیا اور اپنے ساتھ اپنے محبوب کا ذکر کر کے اس خیال کو باطل کر دیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے سامنے بے بس ہیں۔ بلکہ اس کی معیت کا بلکہ میں مختار ہیں۔ چنانچہ بخاری شریف میں ہے:-

انہ کان فقیرا فاغناہ اللہ ورسولہ۔ ۷۱

(ترجمہ) (ابن جمیل) فقیر تھا، اللہ اور اس کے رسول نے اُس کو غنی کر دیا۔

۱۔ القرآن الحکیم، سورۃ التوبہ، ۵۹

۲۔ محمد بن اسماعیل البخاری، صحیح البخاری، جلد اول، باب قول اللہ تعالیٰ فی الرقاب والغارمین

مطبوعہ قصور، ص ۱۹۸

و: بے بس کیسے ہو سکتا ہے جو دوسروں کو بھی غنی بنادے۔۔۔۔۔ ذرا غور تو کریں۔  
 حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بڑا بھائی کہنے میں مذہبی اور رومانی خطرات تو ہیں ہی مگر اس میں  
 بہت سے نفسیاتی اور سیاسی خطرات بھی ہیں۔

ہر انقلاب برپا کرنے کے لئے کسی نہ کسی شخصیت سے ایسی چسپیدگی اور پیوستگی ضروری ہے  
 جس سے فداکاری اور جاں نثاری کے تمام عناصر موجود ہوں، اگر یہ والہانہ تعلق نہیں تو کوئی انقلاب  
 برپا نہیں ہو سکتا۔ تاریخ عالم پر نظر ڈالئے، آپ کو یہی کچھ دکھائی دے گا۔۔۔۔۔ گذشتہ  
 نصف صدی میں ہندوستان، پاکستان، روس، چین، ویت نام وغیرہ میں ایسی شخصیتیں ابھریں  
 قوم نے جن سے اپنے فداکارانہ تعلق کا مظاہرہ کیا اور انقلابات آئے۔۔۔۔۔ تو جب  
 علاقائی انقلابات کے لئے قوم کا شخصیتوں سے ایسا والہانہ تعلق ضروری ہے تو غور کریں کہ جس  
 ذاتِ قدسی نے سارے عالم کو متاثر کیا اور ایک عظیم انقلاب برپا کیا اُس سے کس کمال کی پیوستگی  
 ضروری ہے یا نہیں؟۔۔۔۔۔ دُنیا میں اسلامی انقلاب کا سب سے بڑا محرک حضور صلی اللہ علیہ  
 وسلم سے ملتِ اسلامیہ کا یہی جان نثار تعلق ہے جو مطلوب و مقصودِ قرآن ہے۔۔۔۔۔  
 مولوی امبعلیل نے تقریباً ۱۲۴۰ھ / ۱۸۲۴ء کے لگ بھگ بڑے بھائی کا نعرہ لگایا اور اس  
 تعلق کو کمزور کیا جو سیاسی قوت کی جان ہے تو کیا ہوا؟۔۔۔۔۔ بالاکوٹ میں شکست  
 ہوئی، پھر سکوتِ دہلی کا سانحہ پیش آیا اور عملاً ہندوستان ہاتھ سے چلا گیا، سلطنتِ عثمانیہ پر زوال آیا۔۔۔۔۔  
 الغرض اس نعرے نے اسلامی ساکھ پر ضرب کاری لگائی۔۔۔۔۔ اور جب وہی قرآنی نعرہ  
 لگایا گیا اور سب کو محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں کی طرف بلایا تو دُنیا نے دیکھا کہ سینہ گیتی  
 پر ایک عظیم سلطنتِ پاکستان ابھر رہی تھی اور جب اس جذبہٴ عشق کو دبا دیا تو یہی سلطنت ٹکڑے ٹکڑے  
 ہو گئی اور ایک ہمہ گیر انتشار پیدا ہو گیا جو اُسی وقت ختم ہوا جب علامانِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم سینہ سپر  
 ہو کر میدان میں آئے اور پھر دُنیا نے دیکھا کہ ایک تعمیری انقلاب آیا۔۔۔۔۔ تو اُن تمام شواہد  
 کو سامنے رکھتے ہوئے دل خود بخود گواہی دیتا ہے کہ سیاست و حکومت کی بنا اور استحکام کے لئے بھی

حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دالہانہ اور جاں نثارانہ عشق و محبت لازمی ہے۔ ع  
 دہر میں اسم محمد سے اُجالا کر دے

### پہلو دھویں عبارت

بخاری شریف اور مسلم شریف کی ایک حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ازراہ انکسار فرمایا:-  
 میں تو محض اُس کا بندہ ہی ہوں، تم مجھے اللہ کا بندہ اور اُس کا رسول کہو۔  
 مولوی اسماعیل نے اس سے یہ نتیجہ اخذ کیا ہے:-

مگر بشر رسول بن کر بھی بشر ہی رہتا ہے، بندہ ہونا ہی اُس کے لئے سبب  
 فخر ہے۔ نبی بن کر بشر میں خدائی شان نہیں آجاتی اور خدا کی ذات میں  
 نہیں مل جاتا، بشر کو بشر ہی کے مقام پر رکھو۔ ۷

یہ بات مولوی اسماعیل کو خدا سے کہنی چاہیے کہ بشر کو بشر ہی کے مقام پر رکھو۔ کیونکہ خدا نے قرآن کریم  
 میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے جس معیت و محبت کا اظہار فرمایا ہے اس کو دیکھ کر تو یہ شعر زبان پر  
 آتا ہے ۸ تم ذات خدا سے نہ جدا ہو، نہ خدا ہو  
 اللہ ہی کو معلوم ہے، تم کون ہو، کیا ہو؟

ایک حدیث شریف میں خود ارشاد فرمایا کہ یا ابا بکر! الذی بعثنی بالحق لہ  
 یعلمنی حقیقۃً غیر ربی۔ اے ابو بکر! قسم ہے اُس کی جس نے سچائی کے ساتھ مجھے بھیجا  
 میری حقیقت سوائے میرے پروردگار کے کسی نے نہ جانی۔ ہم کون اُن کے مقام کا  
 تعین کرنے والے! خداوند تعالیٰ نے اپنی اور اپنے حبیب حبیب صلی اللہ علیہ وسلم سے

۷ اسماعیل دہلوی: تقویۃ الایمان مع تذکیر الاخوان، مطبوعہ لاہور، ص ۳۷

۸ ایضاً، ص ۳۷

۹ محمد المہدی الفاسی: مطالع المسرات، فیصل آباد، ص ۱۲۹



محبت کے لئے دو ہر معیار نہیں رکھا، ایک ہی معیار رکھا۔ بشر کو بشر کے مقام پر رکھنے کا تعنا نہ یہ تھا کہ خدا اور بندے کے لئے محبت کے الگ الگ معیار ہوتے، لیکن نہیں، ایسا نہیں کیا گیا، بلکہ قرآن کریم میں جہاں اپنی محبت کو دنیا جہاں کی محبت سے بالا تر رکھنے کا حکم دیا وہاں یہی حکم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے بھی دیا اور اپنی محبت کی طرح آپ کی محبت کو بھی دنیا جہاں کی محبت سے بالا تر قرار دیا اور صاف صاف فرمادیا کہ اگر تم رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ایسی محبت نہیں کر سکتے تو عذاب الہی کا انتظار کرو۔

یہ جو مولوی اسماعیل نے کہا کہ بندہ ہونا ہی اس کے لئے سبب فخر ہے۔ یہ غور نہ فرمایا کہ بندے تو ہم بھی ہیں، یہ فخر تو ہم سب کو حاصل ہے۔ پھر نبی اور رسول کا امتیاز کیا ہے؟ کم از کم اقبال والی بات کہہ دی ہوتی۔ وہ کہتا ہے کہ بندے تو سب ہی ہیں مگر بندہ ہونے اور اُس کا بندہ ہونے میں بڑا فرق ہے۔

سُبْحَانَ الَّذِي أَسْرَى بِعَبْدِهِ ۚ

(ترجمہ) پاکی اُسے جو اپنے بندے کو راتوں رات لے گیا۔

فَأَدْخِلْنِي إِلَىٰ عَبْدِهِ ۚ

(ترجمہ) پس وحی فرمائی اپنے بندے کو جو وحی فرمائی۔

سُبْحَانَ اللَّهِ، سُبْحَانَ اللَّهِ! ہاں ۛ

عبد دیگر، عبدہ چیزے دیگر

ماسر یا انتظار، اَوْ مُنْتَظَرٌ (اقبال)

وہ کہتا ہے کہ ہم جیسے بندوں کا تو حال یہ ہے کہ ہم رحمت باری کا انتظار کر رہے ہیں اور اُن کا حال یہ ہے کہ رحمت باری اُن کا انتظار کر رہی ہے۔ سُبْحَانَ اللَّهِ!

۱۔ القرآن الحکیم، سورۃ بنی اسرائیل، ۱

۲۔ القرآن الحکیم، سورۃ النجم، ۱۰

انتظار کا عالم یہ ہے کہ ارشاد ہو رہا ہے :-

ان الجنة حرام على الانبياء حتى تدخلها يا محمد

و على الامم حتى تدخلها امتك۔ ۱۷

(ترجمہ) اے محمد جب تک جنت میں آپ داخل نہ ہوں گے تمام نبیوں پر جنت کا داخلہ قطعاً بند رہے گا اور جب تک آپ کی امت جنت میں داخل نہ ہو جائے گی، ساری امتوں کا داخلہ بند رہے گا۔

مولوی اسماعیل نے کہا کہ بشر کو بشر ہی کے مقام پر رکھو۔ خدا سے نہ ملاؤ! ————— مگر قرآن حکیم جگہ جگہ کس طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خدا سے ملا رہا ہے ————— سنو :-

(ا) اَغْنَاهُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ مِنْ فَضْلِهِ۔ ۱۸

(ترجمہ) اللہ اور اُس کے رسول نے اپنے فضل سے اُنہیں غنی کر دیا۔

(ب) وَلَئِنْ أَنْتُمْ رَضُوا مَا آتَاهُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ۔ ۱۹

(ترجمہ) اور کیا اچھا ہوتا اگر وہ اس پر راضی ہوتے جو اللہ اور اُس کے رسول نے اُن کو دیا۔

(ج) إِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ۔ ۲۰

(ترجمہ) بے شک اللہ اور اُس کا رسول تمہارا مددگار ہے۔

بہت سی آیات ہیں، کہاں تک عرض کیا جائے۔ ————— ہاں ایک حدیث پاک

۱۷ علی بن ابی ہاشم الدین الجلی: سیرت حلبیہ، مطبوعہ مصر، ص ۴۳۲

۱۸ القرآن الحکیم، سورۃ التوبہ، ۷۴

۱۹ القرآن الحکیم، سورۃ التوبہ، ۵۹

۲۰ القرآن الحکیم، سورۃ المائدہ، ۵۵

ضرورت سماعت فرمائیں، جس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس بلندی پر پہنچایا کہ عقل کے پر چل گئے  
\_\_\_\_\_ سنئے :-

ان صاحبِ یوم القیامۃ علی کرسی الرب بین یدی الرب  
(ترجمہ) بے شک محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم قیامت کے روز اپنے رب کے  
حضور اُس کی کرسی پر جلوہ افروز ہوں گے۔

اب کس کی جرأت ہے جو خدا سے یہ کہے کہ تو نے اپنے حبیبِ حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے  
سامنے اپنی کرسی پر کیوں بٹھایا، یہ تو بشر ہیں، ان کو بشری کے مقام پر رکھ ؟  
پندرہویں عبارت

ایک حدیث پاک کی تشریح کرتے ہوئے مولوی اسماعیل لکھتے ہیں :-

پہلے معنی کے لحاظ سے ایک چوٹی کا سردار بھی آپ کو نہ مانا جائے کیونکہ  
آپ اپنی طرف سے ایک چوٹی میں بھی تصرف کے مختار نہیں۔ ۲

ایسے الفاظ لکھتے ہوئے دل لرزتا ہے اور قلم کانپتا ہے نہ معلوم مولوی اسماعیل نے کس دل  
سے یہ باتیں لکھ دیں !  
\_\_\_\_\_ حدیث شریف میں آتا ہے :-

اعطیت الكنزین الأحمر والأبیض۔ ۳

(ترجمہ) میرے ہاتھ میں سرخ و سپید دونوں خزانے دے دیئے گئے۔

جب کوئین کے خزانے دے دیئے گئے تو اب یہ کہنا کہاں تک صحیح ہوگا کہ آپ کو اپنی طرف

۱۔ تجلی الیقین، مطبوعہ مراد آباد (۱۳۵۷ھ)، ص ۲۹ بحوالہ نسیم الریاض للعلامۃ الشہاب الخفاجی

۲۔ مولوی اسماعیل دہلوی: تقویۃ الایمان مع تذکیر الاخوان، مطبوعہ لاہور، ص ۷۶

۳۔ محمد ابوبکر اللہ ولی الدین: مشکوٰۃ المصابیح، باب فضائل سید المرسلین، دہلی ۱۹۳۲ء، ص ۵۱۲

سے ایک چوٹی میں بھی تصرف کا اختیار نہیں (معاذ اللہ ثم معاذ اللہ) — جب مختار بنا دیا گیا تو پھر مجبوری کی بات کرنا محقول بات نہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طبیعت و جلال کا یہ عالم ہے کہ درندے تک نامی سن کر غلاموں کی رہنمائی کرتے ہیں۔ حضرت سفینہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سرزمین روم میں لشکر سے بچھڑ گئے۔ تلاش کرتے پھر رہے تھے کہ جنگل سے شیر نمودار ہوا۔ آپ نے بے ساختہ فرمایا:-

یا ابا المحارث انا مولی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ ۱

(ترجمہ) اے شیر! میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا غلام ہوں۔

یہ سُننا تھا کہ شیر قدموں میں جھک گیا اور آپ کی رہنمائی کی یہاں تک کہ آپ لشکر سے مل گئے کیا کسی مجبور انسان کی بھرپور اس طرح حکومت ہوتی ہے؟

حدیث شریف میں آتا ہے کہ جب ہرقل روم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے احوال مبارک سُننے تو بے ساختہ پکار اٹھا:-

فبیہک موضع قد می ہاتین ۲

(ترجمہ) عنقریب وہ میرے ان دونوں قدموں کی جگہ کے (یعنی تخت و تاج کے) مالک ہوں گے۔

اور اسی حدیث میں آیا ہے کہ ہرقل روم نے بولا کہا:-

هذا ملکت هذا الامة قد ظہر۔ ۳

(ترجمہ) یہی اس زمانے کے لوگوں کا بادشاہ ہے جو ظاہر ہو گیا۔

۱۔ ابو نعیم الاصبہانی: حلیۃ الاولیاء، مطبوعہ بیروت، جلد اول، ص ۳۶۹

۲۔ محمد بن اسماعیل البخاری: صحیح البخاری، کتاب الوصی، باب نمبر ۱، حدیث نمبر ۶

۳۔ بخاری شریف، کتاب الوصی، باب نمبر ۱، حدیث نمبر ۶





کے ساتھ صلی اللہ علیہ وسلم لکھ دیتے۔ مگر غیظ و غضب میں یہ باتیں بھول گئیں۔

ثابت یہ کرنا ہے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ایک عام انسان کی طرح ہیں، خاص اس لئے ہو گئے کہ وہ احکام الہی جانتے تھے اور لوگ نہ جانتے تھے۔ اس سے تو یہ نتیجہ نکالا جاسکتا ہے کہ ہر عالم دین محنت و رسالت پر فائز ہے۔ (معاذ اللہ)۔ اسی انداز فکر نے دعویٰ نبوت کے لئے راہ ہموار کر دی اور اب بھی بعض طبائع میں یہ انانیت موجود ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کی اصلاح فرمائے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت و جلالت کو ان کے سینے میں جگہ دے۔ آمین!

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی جلالت علی کا اندازہ تو اس حدیث شریفہ سے ہوتا ہے جس میں آپ نے فرمایا۔

ان اتقوا داءکم کما باللہ اناء

(ترجمہ) بے شک تم میں سب سے زیادہ احکام الہی کا پاسدار اور ذات الہی کا جاننے والا میں ہوں۔

اُس کی عظمت کا کیا ٹھکانہ جو فروع انسانی میں سب سے زیادہ ذات الہی کا عرفان رکھتا ہو! کیا ایسی عظیم شخصیت کا اسی طرح تعارف کرنا چاہیے تھا جس طرح صاحب تقویۃ الایمان نے کرایا ہے؟

حضور صلی اللہ علیہ وسلم میں ۵۰ درجہ عجز و انکسار تھا چنانچہ امام ترمذی رضی اللہ عنہ نے شامل ترمذی شریف میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے تواضع کے باب میں اس قسم کی احادیث کا ذکر کیا ہے جس قسم کی احادیث سے مولوی اسماعیل نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مدارج عالیہ لکھانے کی کوشش کی ہے۔ کسی کے تواضع و انکسار سے اُس کی کمتری پر استدلال کوئی معقول بات نہیں۔ مثلاً تواضع میں کوئی عالم یہ کہے کہ فقیر کسی ذات نہیں، تو کوئی معقول آدمی اس عام کو جابل و نا یاقی نہیں کہہ سکتا۔ تواضع و انکسار اسلامی تہذیب کا ایک حصہ ہے، مغربی تہذیب میں جس کا نام نشان نہیں۔ احادیث کی تشریح کرتے وقت اس تحقیقت کو فراموش نہ کرنا چاہیے۔

# تاثرات و تمیزات

- آپ سُن چکے، کہنے والے نے دُبے لفظوں میں یہ کہا کہ (معاذ اللہ) نبی محترم صلی اللہ علیہ وسلم سے طلب و سوال کرنا ایسا ہے جیسے کوئی تاج شاہی ایک چمار کے سر پر رکھ دے۔ (معاذ اللہ)
- آپ سُن چکے، کہنے والے نے دُبے لفظوں میں یہ کہا کہ (معاذ اللہ) جس نے رسول علیہ التَّحِیَّۃِ والتَّسْلِیْم کو پکارا اُس نے نہ بھنگی اور چار کو پکارا۔ (معاذ اللہ)
- آپ سُن چکے، کہنے والے نے دُبے لفظوں میں یہ کہا کہ (معاذ اللہ) نبی محترم صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے سامنے ذرے سے بھی کم تر اور چار سے زیادہ ذلیل ہیں۔ (معاذ اللہ)
- آپ سُن چکے، کہنے والے نے صاف لفظوں میں کہا کہ (معاذ اللہ) جس کا نام محمد یا علی ہے اُس کو کسی بات کا اختیار نہیں۔
- آپ سُن چکے، کہنے والے نے صاف لفظوں میں کہا کہ (معاذ اللہ) دو عالم کے تاجدار، احمد مختار صلی اللہ علیہ وسلم کے دہشت کے مارے ہوش اُڑ گئے۔
- آپ سُن چکے، کہنے والے نے صاف صاف کہا کہ (معاذ اللہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چاہنے سے کچھ نہیں ہوتا۔
- آپ سُن چکے، کہنے والے نے صاف صاف کہا کہ نبی محترم صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے بے بس بندے اور ہمارے بڑے بھائی ہیں۔ (معاذ اللہ)
- آپ سُن چکے، کہنے والے نے یہ کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بشر ہیں اور بشر کو بشر ہی کے مقام پر رکھو۔
- آپ سُن چکے، کہنے والے نے توحید کے پردے میں یہ کہا کہ تاجدارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم ایک چیونٹی کے بھی سردار نہیں۔۔۔۔۔ آپ اپنی طرف سے ایک چیونٹی میں بھی تصرف کے

ہاں اُسی محبت کی جو این دُاں سے بے نیاز کر دیا کرتی ہے۔

دو عالم سے کرتی ہے بیگانہ دل کو

عجب چیز ہے لذتِ آسمانی

عقل کے ماروں نے دنیا کو تباہی کے کنارے لاکھڑا کیا۔ — اب عشق والوں کی باری

ہے کہ یہی ڈوبتوں کو نکالتے ہیں۔۔۔۔۔ یہی مردہ تنوں میں رُوحیں پھونکتے ہیں۔۔۔۔۔

یہی خزاں میں بہا رہی لگتے ہیں۔۔۔۔۔ آؤ، آؤ دلوں کو آباد کریں۔۔۔۔۔ آؤ، آؤ

خزان رسیدہ گلشنوں کو شاداب کریں۔۔۔۔۔ آؤ آؤ محبت والوں کی دل دہاری کریں کہ دل

دُکھانے والوں نے ان کا بہت دل دُکھایا ہے۔

یاد رکھو رب العالمین اور عالمین کے محبوب و ممدوح سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں

جہاں کی ساری محبتیں، ساری عقیدتیں، ساری اُنقیتیں اس ایک درویشِ دیوان

ہونے کے لائق ہیں۔۔۔۔۔ یہی وہ درجے جہاں خالق کائنات کی طرف سے دُرود و سلام کے

نجرے چلے آ رہے ہیں۔۔۔۔۔ یہی دُہ درجے جہاں فرشتے دُرُود و سلام کی سوغاتیں لائے ہیں

یہی دُور ہے جہاں کائنات کے گوشے گوشے سے دُرُود و سلام کے تحفے چلے آئے

ہاں۔۔۔۔۔ ہاں یہ در نہیں تو کچھ بھی نہیں۔۔۔۔۔ اس در کی سُر خروار، بہر و رک

مُخردنی ہے۔

دیکھئے: دیکھئے ابو طالب نے کیا عرض کیا ہے جسے سرکار کو خواہش ہو، ارغلا مرتضیٰ ہاشمی کر رہے ہیں۔

وَابْيَضُ يَسْتَصْقِي الْغَمَامَ وَجْهَهُ

شمالی الیگنڈی عصبی لادرامیل

(ترجمہ) وہ گورے رنگ والے کہ ان کے منہ کے صدقے میں ابر کا یا نی مانگا جاتا ہے۔

۱۶۵ (والبیہقی فی دلائل النبوة عن انس رضی اللہ عنہ

كما أفاده العلامة ابن حجر العسقلاني



یتیموں کے جائے پناہ، یواؤں کے نگہبان۔

اور سنیے حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کیا فرما رہی ہیں:-

فصلی الملیک و لی العباد

رب العباد علی احمد

(ترجمہ) احمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر بندوں کے بادشاہ، بندوں کے والی اور

بندوں کے پروردگار نے درود و سلام بھیجا ہے۔

اللہ اللہ ان اللہ و ملیکته یصلون علی الشیعی ۲

اللہ اور اُس کے فرشتے نبی کریم، رؤف الرحیم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود و سلام

بھیج رہے ہیں۔ ۳

کعبہ کا کعبہ روتے محمد صلی اللہ علیہ وسلم

یہ ایک آیت ہدایت کے لئے کافی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت کی

ساری تقریریں ایک طرف اور یہ آیت ایک طرف۔ اس نکتہ کو حضرت فاطمہ الزہراء

رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے سمجھا اور ہم کو سمجھایا۔ کاش ہماری سمجھ میں آجائے۔

اور دیکھئے ببل چمنستان رسالت حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کیا فرما رہے ہیں:-

۱۔ فاصی سراجا مستنیرا ہادیا

یلوح کمالا ح الصیقل المہند ۳

(ترجمہ) وہ روشن چراغ اور ہادی بن کر تشریف لائے۔ اور اس طرح چمکے جس طرح

چمکاتی ہوئی تلوار چمکتی ہے۔

۲۔ یوسف النہانی بحمۃ اللہ علی العالمین، ص ۴۱، بحوالہ شمس الدین ناصر دمشق، سلوۃ الکتیب لوفاۃ الحسن

علی القرآن الحکیم، سورۃ الاحزاب، ۵۶

۳۔ عبد الرحمن البرقونی، انزیراج ذیشان، برائے ابن ثابت، بیروت ۱۹۶۶ء، ص ۱۳۵

(ب) ما ان مدحت محمد اجمعت الی  
 لكن مدحت مقالتي بمحمد لے  
 (ترجمہ) میں نے اپنے کلام سے آپ کی تعریف نہیں کی بلکہ اپنے کلام کو آپ  
 کے نام پاک سے سنوارا ہے۔

(ج) واخسن منك لمرقط عینی  
 واجمل منك لمرتل النساء  
 خلقت مبراء من كل عیب  
 كانك قد خلقت كما تشاء لے  
 (ترجمہ) میری آنکھوں نے آپ سے بڑھ کر آج تک کوئی حسین نہ دیکھا، اور دنیا جہاں  
 کی عورتوں کے آغوش میں آپ سے کامل و اکمل پیدا ہی نہیں ہوا۔  
 آپ ہر عیب سے پاک پیدا ہوئے، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جس طرح آپ نے  
 چاہا، خالق نے ایسا ہی آپ کو بنا دیا ہے۔

حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عشق و محبت سے بھرپور یہ تاثرات پڑھو اور پھر دیکھو  
 کہنے والے نے کس دل سے کیا کیا کہہ دیا؟

سنو! حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کیا فرما رہے ہیں؟

امین مصطفیٰ للخیرید عوا

كضوء البدر زایلہ الغمام لے

(ترجمہ) وہ امین ہیں، برگزیدہ ہیں۔ بھلائی کی دعوت دیتے ہیں۔

ہاں وہ چاندنی ہیں جس سے تاریکیاں چھٹ جاتی ہیں۔

لے غلام رسول گوہر: احسن الکلام۔ گوہر نظام، قصور

لے عبد الرحمن البرقونی: شرح دیوان حسان بن ثابت، بیروت، ص ۶۶

لے تاج الدین السبکی: طبقات انشاعیۃ الکبریٰ، جلد رابع، ص ۱۶۱، مطبوعہ مصر، ۱۳۲۲ھ

○ آپ نے ان گلزاروں کی سیر کی ————— اب بتائیے آپ نے زندگی کہاں پائی؟  
 اُن خارزاروں میں یا ان گلزاروں میں؟

○ آپ نے بہاریں کہاں دیکھیں؟ ————— اُن خارزاروں میں یا ان گلزاروں میں؟

○ آپ نے روشنی کہاں پائی؟ ————— اُن خارزاروں میں یا ان گلزاروں میں؟

○ آپ نے تازگی کہاں محسوس کی؟ ————— اُن خارزاروں میں یا ان گلزاروں میں؟

سچ بتائیے ————— کسی کی رُو رعایت نہ کیجئے ————— دُہی کہیئے، آپ کا دل

جس کی گواہی دے ————— دُہی بتائیے آپ کا ایمان جس کی شہادت دے ————— بے شک

اں دیدہ کجک کہ در جمال تو رسد

اں عقل کجک کہ در کمال تو رسد

گیرم کہ تو پردہ بر گرفتہ ز جمال

اں رُوح کجک کہ در جلال تو رسد

کیا وہ محسنِ اعظم جو راتوں کو اپنی اُمت کی محضرت و بخشش کے لئے اشکیا رہا۔ اور جب تک اُس کے مولیٰ نے یہ پیغام نہ بھیجا دیا اُس کو چین نہ آیا:-

”ہاں کوئی دن گزرتے ہیں کہ ہم آپ کو آپ کی اُمت کی طرف سے خوش کر

دیں گے اور غمگین نہ ہونے دیں گے۔“

کیا اس احسانِ عظیم کا بدلہ ہی ہے کہ ہم آپ کی تعریف و توصیف کی بجائے آپ کے حضور

زبان کو ایسا بے لگام کر دیں کہ خود گویا بی شرمانے لگے ————— ہرگز نہیں، ہرگز نہیں!

میرے بزرگو! اور میرے عزیزو! ————— بات کسی عالم کے وقار کی نہیں ————— بات

وقارِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے ————— کیا کوئی مسلمان ایک لمحہ کے لئے بھی رِجْرأت

کر سکتا ہے کہ وہ اپنی کسی بھی شخصیت پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت کو تہربان کر دے

نہیں نہیں ————— معاذ اللہ، معاذ اللہ ————— ہرگز نہیں، ہرگز نہیں —————





بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

## اختتامیہ

(۱)

مولوی اسماعیل دہلوی، ابن عبد الوہاب نجدی سے بہت متاثر تھے۔ اس کا اندازہ مندرجہ ذیل حقائق سے بخوبی ہو سکتا ہے جن کو ہمارے محققین اور مورخین نظر انداز کر دیتے ہیں۔

۱۔ مولوی اسماعیل دہلوی نے ابن عبد الوہاب نجدی کے عقائد و افکار کا پرچار کیا۔

۲۔ انھوں نے ابن عبد الوہاب کی طرح توحید کی تائید اور انبیاء و صلحا کی تنقیص میں ایک کتاب لکھی۔

۳۔ انھوں نے ابن عبد الوہاب کی طرح اپنے عقائد و افکار کے خلاف عقیدہ رکھنے والے عالم اسلام کے تمام مسلمانوں کو کافر و مشرک قرار دیا۔

۴۔ انھوں نے ابن عبد الوہاب کے طریقہ دعوت کو اپنایا۔

۵۔ انھوں نے مولوی سید احمد بریلوی کو "امیر المومنین" اور امام برحق تسلیم کیا اور دوسروں سے بزور شمشیر تسلیم کرایا۔ اور اس امامت کے منکرین کے خون کو حلال جانا۔ یہی روش ابن عبد الوہاب نے اختیار کی تھی۔

۶۔ انھوں نے ابن عبد الوہاب کی طرح ایسے مسلمانوں کے خون کو مباح جانا جنہوں نے ان کے عقائد و افکار کی مخالفت کی۔ ان کا خون بہایا ان کے اموال کو لوٹا، ان کے گھروں کو تاراج کیا۔

۷۔ انھوں نے ابن عبد الوہاب کی طرح ایسی حکومت قائم کرنے کی کوشش

جس میں صرف ان کے عقائد و افکار کی ترویج و اشاعت ہو؛

مندرجہ بالا حقائق کی روشنی میں ضروری معلوم ہوتا ہے کہ ابن عبد الوہاب کی حیات و افکار پر مختصر روشنی ڈالی جائے پھر مولوی اسماعیل دہلوی اور ان کے مرشد مولوی سید احمد بریلوی کے متعلق کچھ عرض کیا جائے تاکہ مولوی اسماعیل کے بارے میں جملہ حقائق سامنے آجائیں اور قارئین کرام اچھی طرح سمجھ سکیں کہ نور و تاریں جو عبارات پیش کی گئی ہیں ان کے لکھنے والے کا مذہبی، فکری اور سیاسی پس منظر کیا تھا اور اس کے غرائز کیا تھے؟

(۲)

ابن عبد الوہاب سترھویں صدی کے اواخر یا اٹھارویں صدی کے اوائل میں نجد کے مقام عینہ میں پیدا ہوئے اور ۱۲۰۶ھ / ۱۷۹۲ء میں نجد کے مقام درعیہ میں وفات پائی۔ ان کی زندگی میں علم و فضل سے زیادہ جوش و جذبہ کی کار و نمائی نظر آتی ہے اسی لئے دارالعلوم دیوبند کے شیخ الحدیث مولانا سید انور شاہ کشمیری نے ان کے متعلق لکھا ہے :-

اصاً محمد بن عبد الوہاب النجدی فادہ کان رجلاً بليداً  
قليل العلم

(ترجمہ) لیکن محمد بن عبد الوہاب نجدی کم ہنم اور کم علم شخص تھا۔ اسی طرح علامہ عبد الحفیظ بن عثمان قاری طائفی نے ابن عبد الوہاب کو ”جاہل اور غبی“ لکھا ہے۔ اور اس کی دلیل یہ پیش کی ہے کہ وہ اپنے متبعین کے علاوہ عالم اسلام کے سوائے مسلمانوں کو کافر و مشرک قرار دیتے تھے، تکفیر میں تعجیل کرتے تھے اور بغیر عذر شرعی مسلمانوں کا بے دریغ خون بہاتے تھے، ان کے موالی کو لوٹتے، ان کے گھروں کو تاراج کرتے :-

۱۔ بدر عالم فیض الباری، دیوبند ۱۹۸۸ء، جلد ۱ صفحہ ۱۷۰

۲۔ عبد الحفیظ بن عثمان، جلال القلوب و کشف الکروب، استانبول ۱۲۹۸ھ

حتیٰ کہ خود شیخ سلیمان بن عبد الوہاب اپنے بھائی محمد بن عبد الوہاب سے پوچھتے ہیں :-

آپ ان لوگوں کو کافر قرار دیتے ہیں جو کلمہ شہادت پڑھتے ہیں نماز روزہ حج اور زکوٰۃ کے پابند ہیں۔ ہم آپ سے دریافت کرتے ہیں کہ آپ نے خلق خدا کو کافر بنانے کا قول کہاں سے لیا ہے؟ پھر دریافت کرتے ہیں :-

جو تفصیل آپ نے بیان کی ہیں کہ اس کام کا کرنے والا مشرک اس کام کا کرنے والا مشرک۔ آپ نے یہ تفصیل کہاں سے لی ہیں؟ — کیا ائمہ مجتہدین میں سے کسی نے یہ بات کہی ہے؟

ابن عبد الوہاب نے جن مسلمانوں کو اپنے خیال میں کافر و مشرک سمجھا ان کا بے دریغ خون بہایا، اس کی تفصیلات ایک ہم عصر عالم علامہ ابن عابدین شامی کی تحریر سے ملتی ہیں، وہ لکھتے ہیں :-

بجذ سے عبد الوہاب کے پیروان نکلے اور انھوں نے حرمین پر قبضہ کیا۔ وہ اپنے کو اگرچہ حنبلی کہتے ہیں لیکن ان کا عقیدہ یہ ہے کہ مسلمان صرف وہی ہیں جو بھی ان کے عقائد کے خلاف ہو، وہ مشرک ہے بنا بریں انھوں نے اہل سنت کو اور ان کے علماء کو قتل کرنا مباح قرار دیا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ شیخ سلیمان نے ابن عبد الوہاب سے پوچھا :-  
”اسلام کے ارکان کتنے ہیں؟“  
انھوں نے جواب دیا :- ”پانچ“  
شیخ سلیمان نے کہا :-



انت جعلتها سته والساد من من لم يتبعك فليس بمسلم  
(ترجمہ) آپ نے چھ ارکان بنادینے اور چھٹا رکن یہ ہے کہ جو شخص آپ کی پیروی نہ  
کرے وہ مسلمان نہیں ہے؛

ابن عبد الوہاب نے جب اپنی دعوت کا آغاز کیا تو امیر درغیر محمد بن مسعود نے ان کے ہاتھ  
پر بیعت کی پھر درغیر کے قریب جوار میں اس مسلک کو پھیلایا گیا۔ آل سعود سے اس  
مسلک کو فوجی قوت ملی پھر حرمین شریفین اور رب و جوار میں مسلمانوں کا بے دریغ  
خون بہایا گیا اور مقابر و مقامات مقدسہ کو منہدم کیا گیا اور بے حرمتی کی گئی اس  
کی تفصیلات تاریخ نجد و حجاز (مصنفہ محمد عبدالقیوم، مطبوعہ لاہور ۱۹۷۸ء) میں  
مطالعہ کی جاسکتی ہیں۔ ابن عبد الوہاب اور ان کے متبعین کے اس عمل کو معاصر اور  
متاخرین علما نے اچھا نہ سمجھا اور تقریباً چالیس علماء عرب نے ابن عبد الوہاب کے  
افکار و اعمال کا رد لکھا۔ خود ان کے والد ان سے خوش نہ تھے اور ان کے بھائی شیخ  
سلیمان بن عبد الوہاب نے ان کے رد میں رسالہ لکھا جس کے خوالے پیچھے پیش  
کئے گئے، یعنی الصواعق اللطیفہ فی الرد علی الوہابیہ (۱۱۶۷ھ) یہ رسالہ ابن الوہاب  
کی دعوت کے آٹھویں سال لکھا گیا، اس میں ایک ایک کر کے ابن الوہاب کے عقائد  
و افکار کا مدلل رد لکھا گیا ہے جو قابل مطالعہ ہے؛

(۳)

مولوی اسماعیل دہلوی نے ابن عبد الوہاب کی پیروی میں اپنے عقائد ترتیب  
دیئے اور ابن عبد الوہاب کی کتاب رد الاشرک یا کتاب التوحید کے طرز پر تقویتہ الایمان  
لکھی پھر اس کے عملی نفاذ کی کوشش کی۔

مولوی اسماعیل ۱۲ ربیع الاول ۱۲۹۳ھ / ۱۸۷۶ء کو بمقام پھلت ر ضلع مظفر گڑھ  
بھارت) میں پیدا ہوئے اور ۲ ذی القعدہ ۱۳۲۶ھ / ۱۹۰۸ء کو بالاکوٹ (سرحد پاکستان)

ابن سلیمان نجدی، الصواعق اللطیفہ، مطبوعہ استانبول

ابن ابو حامد بن مرزوق، التوسل بالنبی و جملۃ الوہابیہ، مطبوعہ استانبول ۱۹۷۹ء



میں جان دی۔ — موصوف حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے چھوٹے بیٹے شاہ عبد الغنی کے فرزند تھے۔ ابتدائی کتابیں ان سے پڑھیں پھر اپنے چچا حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی، شاہ رفیع الدین اور شاہ عبدالقادر سے پڑھا اور جلد ہی فارغ ہو گئے، طبیعت میں صدکا مادہ تھا چنانچہ ایک موقع پر انھوں نے اپنے چچا حضرت شاہ عبدالعزیز اور شاہ عبدالقادر کی ہدایت و نصیحت پر عمل کرنے سے بھی انکار کر دیا جس سے ان کو سخت قلق ہوا۔

مولوی اسماعیل دہلوی کی متعدد تصانیف میں تقویت الایمان زیادہ مشہور ہوئی اس کی وجہ سے مسلمانوں میں بڑا انتشار پھیل گیا جو اب تک قائم ہے۔ یہی وجہ ہے کہ خانوادہ ولی اللہی کے اکابر علمائے اس سے بیزاری کا اظہار فرمایا اور ربیع الاول ۱۳۴۲ھ کو دہلی کی جامع مسجد میں باقاعدہ اس کا اعلان کیا گیا۔ حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی نے اس کا رد لکھنے کا ارادہ ظاہر فرمایا جو علالت کی وجہ سے پورا نہ ہو سکا۔ علامہ فضل حق خیر آبادی نے اس کے رد میں ایک کتاب تحقیق الفتوی فی ابطال الطغویٰ۔ (۱۳۴۰ھ/۱۸۲۵ء) تحریر فرمائی اس میں شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کے سترہ نامی گرامی شاگردوں کی تصویب و تصدیق موجود ہے۔ — مولوی اسماعیل کے چچا زاد بھائی مولانا مخصوص اللہ بن شاہ رفیع الدین نے تقویت الایمان کے رد میں معید الایمان کے نام سے ایک کتاب لکھی۔ اسی طرح دوسرے بھائی مولانا محمد موسیٰ نے بھی حجۃ الیوم فی اثبات الحیل کے نام سے ایک کتاب لکھی۔ مولانا مخصوص اللہ، تقویت الایمان کی فتنہ انگیزی کے پیش نظر اس کو تقویت الایمان کہا کرتے تھے یعنی ایمان کو ہلاک کرنے والی۔

۱۔ ادراج ثلاثہ، امداد الغریب، سہارنپور ۱۳۳۸ھ، حکایت ۷۳۔  
 ۲۔ مخصوص اللہ، تحقیق الحقیقہ، مطبوعہ ممبئی ۱۳۶۷ھ بحوالہ انوار آفتاب صداقت مؤلف فضل احمد  
 لکھنوی، ص ۲۴۔ ۳۔ زیہ ابوالحسن فاروقی، مولانا اسماعیل دہلوی اور تقویت الایمان  
 مطبوعہ دہلی ۱۹۸۴ء، ص ۱۴۔ ۴۔ ایضاً، ص ۱۰۱۔

مولانا فضل رسول بدایونی کے استفسار پر مولانا مخصوص اللہ ابن شاہ رفیع الدین دہلوی نے تحقیق الحقیقہ کے نام سے ایک سالہ تحریر فرمایا تھا، اس کی مندرجہ ذیل عبارت سے تقویت الایمان کی حیثیت متعین کی جاسکتی ہے۔

۱۔ تقویت الایمان کہ میں نے اس کا نام تقویت الایمان ساتھ فائے رکھا ہے اس کے رد میں رسالہ جو میں نے لکھا ہے اس کا نام معید الایمان لکھا ہے۔ اسماعیل کا رسالہ موافق ہمارے خاندان کے کیا کہ تمام انبیاء اور رسولوں کی توحید کے خلاف ہے کیوں کہ پیغمبر سب توحید کے سکھانے کو اپنی راہ پر چلنے کو بھیجے گئے تھے، اس کے رسالے میں اس توحید کا اور پیغمبروں کی سنت کا پتہ بھی نہیں ہے۔

۲۔ جس رسالے سے اور اس کے بنانے والے سے لوگوں میں برائی اور بگاڑ پھیلے اور خلاف سب انبیاء و اولیاء کے ہو وہ گمراہ کرنے والا ہو گا یا ہدایت کرنے والا ہو گا؟ — میرے نزدیک اس کا رسالہ عمل نامہ برائی اور بگاڑ کا ہے اور بنانے والا فتنہ گر اور مفسد اور غادی اور مغوی ہے۔

تقویت الایمان کے بارے میں یہ خیالات شاہ رفیع الدین محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادے مولانا مخصوص اللہ کے ہیں جو مولوی اسماعیل دہلوی کے تایا زاد بھائی تھے گھر کا حال اہل خانہ ہی سے معلوم ہوتا ہے۔ مندرجہ بالا تاثرات سے تقویت الایمان کی حیثیت آسانی سے متعین کی جاسکتی ہے۔

غالباً تقویت الایمان کی اسی فتنہ انگیزی کی وجہ سے انگریزوں نے اس کی اشت میں حصہ لیا۔ — کیوں کہ ملت اسلامیہ میں انتشار و افراق ان کے مقاصد جلیلہ میں سے

۱۔ مخصوص اللہ، تحقیق الحقیقہ، بحوالہ مذکور، ص ۱۰۲

۲۔ ایضاً: ص ۱۰۲۔ ۳۔ قمر النشار ڈاکٹر: العلامة فضل حق خیر آبادی، مقالہ ڈاکٹر عثمانیہ یونیورسٹی، حیدر آباد دکن، ص ۱۵۲

ایک اہم مقصد تھا جس کا اظہار اس رپورٹ سے ہوتا ہے جو مشرق میں اس وقت لندن کی منتقدانہ فرس میں ہندوستان میں متعین انگریز پارلیوں نے پیش کی ملاحظہ فرمائیں :-

ہم اس سے پہلے برصغیر کی تمام حکومتوں کو غذا تلاش کرنے کی حکمت عملی سے شکست دے چکے ہیں، وہ مرحلہ اور تھا۔ اس وقت فوجی نقطہ نظر سے غذائی کی تلاش کی گئی تھی، لیکن اب جب کہ ہم برصغیر کے چپہ چپہ پر حکمران ہو چکے ہیں اور ہر طرف امن و امان بھی بجالا ہو گیا ہے تو ان حالات میں ہمیں کسی ایسے منصوبے پر عمل کرنا چاہیے جو یہاں کے باشندوں کے داخلی انتشار کا باعث ہو۔

یہ تھے انگریزوں کے عزائم اور اس کی تکمیل کے لئے انھوں نے شری سے شری اور شریف سے شریف مسلمانوں کو اپنی حکمت عملی سے استعمال کیا — کسی کو خبر بھی کہ وہ کس کا آلہ کار بنا ہوا ہے اور کوئی اپنی سادگی اور سادہ لوحی کی وجہ سے اس سے بے خبر تھا۔

(۴)

مولوی اسماعیل دہلوی نے ابن عبد الوہاب کی تصنیف کتاب التوحید (ردال شرک) کو سامنے رکھ کر اپنے عقائد و افکار کا ڈھانچہ تیار کیا جس کا نام تقویت الایمان رکھا۔ حقیقت تو یہ ہے کہ کتاب التوحید گویا متن ہے اور تقویت الایمان اس کی شرح — پھر جس طرح ابن عبد الوہاب نے کتاب التوحید کے عملی اور حتمی نفاذ کے لئے اقتدار و حکومت کا سہارا لیا اسی طرح مولوی اسماعیل نے بھی اقتدار و حکومت کا سہارا لیا — اور جس طرح محمد ابن عبد الوہاب نے ان مسلمانوں سے قتال کیا جنھوں

۱۔ میں بڑے سیٹھان (مقدمہ علامہ خالد محمود) مطبوعہ لاہور ۱۹۷۷ء، ص ۶  
۲۔ کتاب التوحید کی طرح تقویت الایمان کے بھی علماء نے بکثرت رد لکھے جن کی تعداد ایک اندازہ کے مطابق پچاس سے تجاوز کر چکی ہے (مستعد)



ان کے عقائد و افکار کی مخالفت کی یا ان کے اقتدار کو تسلیم نہیں کیا اسی طرح مولوی اسماعیل نے بھی اپنے عقائد و افکار کی اشاعت و ترویج اور قطعی نفاذ میں مانع مسلمانوں سے قتال کیا۔ تفصیلات آگے آتی ہیں۔

۴، جمادی الآخرہ ۱۲۳۱ھ / ۷، جنوری ۱۸۲۶ء کو مولوی اسماعیل دہلوی اپنے مرشد مولوی سید احمد بریلوی کے ہمراہ مسلمانوں کی ایک جماعت کے ساتھ ایک مہم پر راجپوتانہ، سندھ، بلوچستان ہوتے ہوئے افغانستان میں داخل ہوئے اور وہاں سے دسمبر ۱۲۳۱ھ / ۱۲، ستمبر ۱۸۲۶ء کو چار سہ کے علاقہ ہشت نگر پہنچے۔ ایک مہینہ نہ گزرا تھا کہ مولوی اسماعیل نے اپنے مرشد مولوی سید احمد کا اشارہ پا کر ان کو امام برحق تسلیم کیا اور امیر المومنین بنادیا اور یہ حکم ناطق نافذ کیا:

”جو شخص آبختاب کی امامت ابتداء ہی سے قبول نہ کرے یا قبول کے بعد اس سے انکار کرے وہ ایسا باغی ہے کہ اس کا خون بہانا حلال ہے اور اس کا قتل کرنا کافروں کے قتل کی طرح عین جہاد اس معاملے میں عاجز کا مسلک یہی ہے لہذا اعتراض کرنے والوں کے اعتراضات کا جواب تلوار کی مار ہے نہ تحریر و تفسیر۔“

مولوی سید احمد بریلوی نے افغانستان کے والی امیر دوست محمد خاں کے نام ۱۲۳۲ھ کو جو خط لکھا تھا اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ مولوی اسماعیل نے مولوی سید احمد کا اشارہ پا کر اور ان پر ایمان بالغیب رکھ کر یہ قدم اٹھایا۔ مولوی سید احمد والی موصوف کو لکھتے ہیں:-

”خاص و عام مسلمانوں کے اتفاق رائے سے سب نے امامت کی بیعت اس عاجز کے ہاتھ پر کی اور جمعہ کے روز عاجز کا نام خطبے میں لیا گیا اس خاکسار ذرہ بے مقدار کو اس بلند مرتبے کے حاصل ہونے کی بشارت غیبی اشائے اور الہام کے ذریعہ جس میں شک و شبہ کی گنجائش



نہیں ہے، دی گئی تھی،

مولوی اسماعیل دہلوی کے ہم سبق اور اس تحریک کے رفیق کار مولانا محبوب علی نے اس اعلان امامت کو اچھی نظر سے نہیں دیکھا اور خلوت خاص میں مولوی سید احمد بریلوی کو مشورہ دیا۔

”آپ یہ نہ کہیں کہ میں امیر المومنین اور زمین پر اللہ کا خلیفہ ہوں اور میری اطاعت تمام لوگوں پر واجب ہے کیوں کہ یہ نہالی بات رئیسوں اور سمجھداروں کو وحشت میں ڈالتی ہے“

مگر مولوی سید احمد نے اس مشورے کو منظر انداز کر دیا اور مولانا محبوب علی سے کہا کہ خاموشی سے اطاعت کئے جاؤ، ان کے لئے یہ مشکل تھا تو وہ اجازت لے کر وطن واپس چلے گئے۔ ان کے جانے کے بعد اس خیال سے کہ کہیں دوسرے لوگ بھی ان کو چھوڑ کر چلے جائیں، مولوی سید احمد نے اعلان کیا: ”جو بھی میرے پاس سے اپنے وطن کو لوٹ کر جائے گا، اُس کا ایمان گیا۔“ مولوی محبوب علی کے چلے جانے کے بعد اس تحریک کو جو صدمہ پہنچا اس کا محمد جعفر تھانیسری نے اس طرح ذکر کیا ہے:

”مولوی محبوب علی کے اغوا سے جو کاروبار جہاد کو صدمہ پہنچا ویسا صدمہ اس لشکر کو آج تک کسی سکھ یا ڈرائی کے ہاتھ سے نہ پہنچا تھا۔ مولوی محبوب علی کے فتنے کے بعد مدت سے ہندوستان سے قافلوں کا آنا بند ہو گیا۔ اکثر معاونین جہاد دست بستہ ہو گئے۔“

۱۔ ابوالحسن فاروقی: مولانا اسماعیل دہلوی اور تقویت الایمان، ص ۸۸ بحوالہ مکتوب سید احمد شہید، ص ۱۴۸  
۲۔ محبوب علی: تاریخ الائمہ (قلی)، محررہ ۱۳۵۲ھ، ص ۸۹۵، ص ۸۹۴ ایضاً، ص ۸۹۴  
۳۔ مولوی محبوب کے ساتھ مجاہدین کی ایک بڑی جماعت واپس چلی گئی تھی۔ اس کو جعفر تھانیسری نے ”اغوا“ سے تعبیر کیا ہے۔

۴۔ محمد جعفر تھانیسری: حیات سید احمد شہید، مطبوعہ لاہور ۱۹۶۸ء، ص ۲۳۶

مولوی سید احمد کا وہی مسلک تھا جو ان کے دست راست اور مرید ابصفا مولوی اسماعیل دہلوی کا تھا، یعنی دونوں حضرات پاک و ہند کے اکثر علماء و مشائخ اور مسلمانوں کو کفر و ارتداد میں ملوث سمجھتے تھے جس کا اظہار مولوی سید احمد نے رئیس ٹونک (بھارت) نواب وزیر الدولہ کے نام ایک مکتوب میں کیا ہے؛

مولوی سید احمد کے اعلان امامت کے بعد ان کو شرک و شبہ کی نظر سے دیکھا جانے لگا اور یہ خدشہ ظاہر کیا جانے لگا کہ آپ کا مقصد خاص مقاصد کی تکمیل کے لئے اقتدار و حکومت حاصل کرنا ہے۔ چنانچہ آپ نے ۱۲ ربیع الاول ۱۲۸۹ھ کو حاکم پشاور سلطان محمد خاں نے نام ایک اطلاع نامہ ارسال فرمایا اور اس کی نقول طواف جواب میں ارسال کیں۔ اس میں ان خدشات کو رفع فرمایا۔ جو کچھ تحریر فرمایا اس کا خلاصہ یہ ہے :-

- ۱۔ مسلمان امرار میں کسی کے ساتھ ہماری منازعت نہیں؛
- ۲۔ نہ مومنین روساء میں سے کسی سے ہماری مخالفت؛
- ۳۔ لیٹم کافروں سے ہمارا مقابلہ ہے، نہ مدعیان اسلام سے؛
- سلطان محمد خاں نے اس وضاحت کو کافی نہ سمجھا اور جواباً لکھا :-
- ۱۔ یہ دعویٰ کہ مسلمانوں سے ہمیں بلکہ کفار سے لڑنے آئے ہیں۔ ابلہ فریبی ہے؛

- ۲۔ آپ کا عقیدہ فاسد اور نیت کا سدا ہے؛
- ۳۔ آپ فقیر ہو کر ارادہ امامت و حکومت رکھتے ہیں؛
- ۴۔ ہم نے بھی خدا کے واسطے کمر باندھی ہے کہ تم کو قتل کر کے اس زمین کو تم سے پاک کر دیں گے؛

۱۔ ابوالحسن فاروقی، مولانا اسماعیل دہلوی اور تقویت الایمان ص ۸۸ بحوالہ مکتوبات سید احمد شہید۔  
 ۲۔ ایضاً، ص ۹۶ بحوالہ تواتر عجیبہ مؤلفہ جعفر تھانی سری و مکتوب سید احمد شہید ص ۱۵-۲۸  
 ۳۔ ایضاً، ص ۹۶ بحوالہ مذکور۔

سلطان محمد خاں کے اندیشے غلط نہ تھے چنانچہ ۱۲۳۷ھ کو مولوی سید احمد اور ان کے رفقاء نے پشاور اور کوہاٹ پر قبضہ کیا، اس مہم میں دو ہزار مسلمان شہید ہوئے اور ایک ہزار مجروح۔۔۔ سب سرداروں سے بیعت لی مگر سردار پانیہ خاں نے بیعت نہ کی۔ سید احمد کے ساتھیوں نے اس سے جنگ کی اس کے علاقہ کو تاراج کیا اور اس پر قبضہ کیا؛ پانیہ خاں نے سردار ہری سنگھ سے مدد لے کر سید احمد اور اسماعیل دہلوی پر غلبہ حاصل کیا اور سکھوں کو انعام و اکرام سے نوازا، اسی طرح سلطان محمد خاں نے بھی پشاور و کوہاٹ پر قبضہ کے بعد بہاراجہ رنجیت سنگھ کو ایک قیمتی ٹھوڑا نذر کیا اور مولوی سید احمد اور مولوی اسماعیل دہلوی اور ان کے رفیقوں کے خلاف مدد طلب کی :

مندرجہ بالا حقائق سے معلوم ہوتا ہے کہ اصل مقصد کچھ اور ہی تھا، سکھوں سے جنگ کرنا مقصود نہ تھا ورنہ مقامی مسلمانوں کا سید احمد کے خلاف سکھوں سے مدد طلب کرنا کیا معنی ؟

مولوی سید احمد کے رفقاء میں رفیق خاص مولوی محبوب علی نے سب ساتھیوں کو مشورہ دیا کہ اپنے اپنے وطن واپس جا کر حقوق العباد ادا کریں۔ انہوں نے سوال کیا۔

”جہاد کہاں ہے؟“

”تم نے کونسے دن کسی کافر کو مارا ہے؟“

مقامی مسلمانوں کے خلاف قتال و جدال نے بعض مقامی علماء کو سید احمد اور مولوی اسماعیل سے بدظن کر دیا جس کا اندازہ خود مولوی سید احمد کے مکتوب سے

۱۔ جعفر تھا نیسری : تواریخ عجیبہ، ص ۱۴۹

۲۔ مراد علی : تاریخ تناویاں، مطبوعہ لاہور ۱۹۷۵ء، ص ۴۷-۵۶

۳۔ جعفر تھا نیسری : تواریخ عجیبہ، ص ۱۴۹

۴۔ غلام رسول مہر : سید احمد شہید، مطبوعہ لاہور ۱۹۸۱ء، ص ۲۴۶



سے ہوتا ہے۔ اس مکتوب سے پتا چلتا ہے کہ مقامی علماء آپ سے برگشتہ ہو گئے اور آپ کو ملحد و بے دین سمجھنے لگے۔  
مولوی محبوب علی نے لکھا ہے:

” (مقامی مسلمان) سید احمد کے اعلان امامت کے بعد آپ سے لڑے اور قتال کیا۔ جناب سید صاحب کے لوگوں نے مقتولین کے اموال میں مال غنیمت کی طرح تصرف کیا۔ یہ کیفیت دیکھ کر لوگوں کو یقین ہو گیا کہ سید صاحب خلافت کے لائق نہیں لہذا سب نے بیعت توڑ دی اور کہا ہم تمہارا اتباع کہہ، امر میں نہیں کرتے۔

ایک اور حادثہ پیش آیا۔ سید احمد کے رفقاء جبراً افغان عورتوں اور بیواؤں سے نکاح کرنے لگے۔ چنانچہ خویشگی خاں کی ایک لڑکی کا جبراً نکاح ہوا جس نے اس کو برہم کر دیا۔ اس نے خان خٹک سے مل کر ایک مہم چلائی جس کے نتیجے میں سید صاحب کے مقرر کردہ تمام سرداروں کو قتل کر کے ان کی حکومت خاتمہ کر دیا گیا۔ اس صورت حال نے سید احمد کو سخت مایوس کر دیا اور انہوں نے مایوسی کے عالم میں اپنے ساتھیوں سے منسوخ کیا۔

میں اب اس سرزمین کو چھوڑنا چاہتا ہوں۔ یہ نہیں بتا سکتا کہ کہاں جاؤں گا۔ میں آپ کو رخصت دیتا ہوں آپ مجھے رخصت دیں گے۔

مگر چند رفیق جو باقی رہ گئے تھے وہ آپ کے ساتھ رہے، مایوس ہو کر آپ

۱۔ محبوب علی: تاریخ الائمۃ فی ذکر خلفاء الائمۃ (۱۲۴۴ھ - ۱۲۵۱ھ)، قلی مخزنہ

انڈین انسٹی ٹیوٹ آف اسلامک سٹڈیز، قلعہ آباد، دہلی، ص ۸۹

۲۔ نذیر الحسن فاروقی، مولانا انیس ہلوی اور تقویۃ الایمان بحوالہ حزب فی اللہ کی تاریخ کا مقدر از مولانا عبید اللہ سندھی، ص ۱۷۰

۳۔ ایضاً، ص ۱۷۱-۱۷۲



چل پڑے، واپسی میں آپ کا غان پہنچے، ذرّہ بھوکہ میں شیر سنگھ پر شب خون مارا، آگے بڑھ کر بالا کوٹ پر قبضہ کیا، پھر مظفر آباد فتح کیا۔۔۔ سکھ سید احمد کے خلاف چوں کہ مقامی مسلمانوں کی مدد کر چکے تھے اس لئے سکھوں کے خلاف اس مہم میں مقامی مسلمانوں نے بھی مدد کی، اس طرح فیصلہ کن جنگ ہوئی اور بالا کوٹ کے ایک حصے میں محصور مولوی اسماعیل دہلوی اور ان کے سارے رفقاء مارے گئے، سید صاحب کے باڈی گارڈ مولوی بعض علی نقوی لکھتے ہیں:-

”حضرت امیر المومنین در ہماں جماعت از نظر من غائب شدند،“

(یعنی اسی جماعت میں امیر المومنین میری نظروں سے غائب ہو گئے،)

میدان جنگ سے غائب ہونے کے بعد آج تک آپ کو کسی نے نہ دیکھا چنانچہ آپ کی وفات کی کوئی مستند اور قابل ذکر شہادت تاریخ سے نہیں ملتی۔

مولوی اسماعیل دہلوی کو ہلاس اناس، سونگھنے کی بہت عادت تھی، میدان جنگ میں دشمن پر حملے اور انتقال کی جو کیفیت محمد جعفر تھانیسری نے لکھی ہے وہ یہ ہے:-

”ناس سونگھ کر لشکر کفار میں گھس کر آپ شہید ہو گئے“

یہ بھی لکھا ہے کہ چوں کہ آپ کو ناس (ہلاس، سنوار) سے پیار تھا اس لئے آپ کی قبر پر لوگ نیوار چڑھا کر منیّیں اور مردیں مانگتے ہیں،

(۵)

تاری کے ذہن میں یہ سوال ابھرتا ہے کہ آخر اتنے دُور دراز مقام پر جا کر یہ مہم جونی کیوں کی گئی۔ اس سلسلے میں محققین اور مورخین کے پانچ نظریات ملتے ہیں:-

۱۔ بعض کا خیال ہے کہ یہ تحریک انگریزوں کے خلاف تھی؛

۲۔ محمد جعفر تھانیسری، حیات سید احمد شہید، ص ۲۸۸

۳۔ ایضاً، ص ۳۱۵ ۴۔ ایضاً، ص ۳۱۶

۲۔ بعض کا خیال ہے کہ یہ اسلامی تحریک تھی؛

۳۔ بعض کا خیال ہے کہ یہ آزادی وطن کی تحریک تھی؛

۴۔ بعض کا خیال ہے کہ یہ سکھوں کے خلاف تحریک تھی؛

۵۔ بعض کا خیال ہے کہ یہ ایک نظریاتی اور فرقہ وارانہ تحریک تھی؛

۱۔ اگر تحریک واقعی انگریزوں کے خلاف تھی تو یہ بات تعجب انگیز ہے کہ سید احمد اور ان کے رفقاء نے انگریزوں کی عمل داری میں میلوں سفر کیا مگر وہ مزاحم نہیں ہوئے بلکہ بقول حسین احمد مدنی:-

جب سید احمد کا ارادہ سکھوں سے جنگ کرنے کا ہوا تو انگریزوں نے اطمینان کا سانس لیا اور جنگی ضرورتوں کے مہیا کرنے میں سید صاحب کی مدد کی۔

محمد جعفر تھانیسری نے بعض ایسے حقائق پیش کئے ہیں جن انگریزوں سے مولوی سید احمد بریلوی اور مولوی اسماعیل دہلوی کا ربط خاطر ظاہر ہوتا ہے۔  
— ایک جگہ لکھا ہے کہ جب سید صاحب حج کے لئے تشریف لے جا رہے تھے تو ایک انگریز سوداگر نے آپ کے قافلے والوں کو کھانا پیش کیا۔  
— ایک جگہ لکھا ہے کہ انگریزوں کی دعوت پر سید صاحب نے مولوی اسماعیل کو وعظ و نصیحت کے لئے بھیجا، چنانچہ:-

اُس دن تقریباً دس ہزار میم صاحب اور صاحب لوگ آپ کے وعظ سننے کو جمع ہوئے تھے۔

ایک جگہ لکھا ہے کہ جب سید صاحب اپنی ہم پر روانہ ہوئے تو شیخ غلام علی رئیس اعظم الہ آباد کی معرفت لفٹیننٹ گورنر بہار کا ضلاع شمال مغربی کو باقاعدہ

۱۔ حسین احمد مدنی: نقش حیات، جلد دوم مطبوعہ کراچی ۱۳۲۹ء، ص ۴۱۹

۲۔ محمد جعفر تھانیسری: حیات سید احمد شہید، مطبوعہ کراچی ۱۳۲۹ء، ص ۱۳۱

ایضاً، ص ۱۴۰

اسلام بھوانی

۲۔ اگر یہ تحریک اسلامی تھی تو اس میں ہندوؤں سے کیوں مدد مانگی گئی اور ہندو افسروں کو اپنی فوج میں کیوں بھرتی کیا گیا؟ مولوی حسین احمد لکھتے ہیں:-

سید صاحب کا ہندو ریاستوں کو مدد اور شرکت جنگ کی دعوت دینا اور اپنے نوپ خانے کا افسر راجہ رام راجپوت کو مقرر کرنا خود اس کی دلیل ہے کہ آپ ہندوؤں کو اپنا محکوم نہیں بلکہ شریک حکومت بنانا چاہتے تھے۔

۳۔ اگر یہ آزادی وطن کی تحریک تھی اور اس کا مقصد ہندوؤں اور مسلمانوں کی مشترکہ حکومت قائم کرنا تھا جیسا کہ مولوی حسین احمد کا خیال ہے تو پھر سید احمد کا عہدہ امامت اور خلافت پر فائز ہو کر اپنی حکومت قائم کرنا کیا معنی؟

۴۔ اگر یہ تحریک سکھوں کے خلاف تھی تو مقامی مسلمان بہادروں کا ہری سنگھ اور رنجیت سنگھ سے مدد طلب کرنا کیا معنی؟ — مولوی حسین احمد نے لکھا ہے "سکھوں سے جنگ فرقہ واریت کی بنا پر نہ تھی بلکہ اس بنا پر تھی کہ وہ انگریزوں کے حلیف و مددگار تھے،

لیکن اگر ایسا ہوتا تو پھر انگریز — سید احمد کی کیوں مدد کرتے حقیقت میں انگریز سید صاحب سے نہیں بلکہ سکھوں سے خوف زدہ تھے جن پر اس وقت تک وہ غلبہ حاصل نہ کر سکے تھے۔

۵۔ بعض کا خیال ہے کہ یہ تحریک نظریاتی اور فرقہ وارانہ تحریک تھی یعنی اس کا مقصد یہ تھا کہ ایک حکومت قائم کر کے خاص قسم کے عقائد و افکار وہاں نافذ کئے جائیں۔ اس خیال کی توثیق مولوی محبوب علی کے اس بیان سے ہوتی ہے:-



”میں نے جب سید صاحب کی مجلس کا یہ حال دیکھا، سمجھ گیا یہ کام ان کے بس کا نہیں اور مجھ کو یقین ہو گیا کہ اختلافات کے جھگڑوں میں علما مانے جائیں گے اور جاہلوں کا مذہب سید صاحب کے کثوفات اور معارف ہوں گے۔“

مولوی محبوب علی نے جس اندیشے کا اظہار فرمایا اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ اصل جنگ افکار و عقائد کی جنگ تھی جس کی تصدیق و توثیق دوسرے تاریخی تاریخی حقائق و شواہد سے بھی ہوتی ہے۔ مثلاً جب سید صاحب ۱۲۲ھ میں حج کے لئے تشریف لے گئے تو انھوں نے وہاں اپنے حلقہ اثر میں ایک خواب کی تشہیر کی جس کا لب لباب یہ ہے :

۱۔ چاروں فقہاء کے مذہب میں سے کوئی مذہب مجھے پسند نہیں، کوئی طریقہ میرے طریقے پر نہیں۔

۲۔ مشہور طریق اولیا اللہ میں کوئی طریقہ میرے طور پر نہیں۔

اس خواب سے سید صاحب کے مسلک کا بخوبی تعین کیا جاسکتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب سید صاحب اپنی ہم پر صوبہ سرحد پہنچے تو وہاں مولوی اسماعیل پلوی کا بل قندھار، سمرقند اور ماوراء النہر وغیرہ کے علما سے مسئلہ وجوب تقلید پر بحث کرتے نظر آتے ہیں۔ حالانکہ بنظائر ”جہاد“ کے لئے تشریف لے گئے تھے۔ خود

مولوی سید احمد نے اپنے عزائم کا اس طرح اظہار فرمایا ہے :

”مجھ سے خلقت کو جو فیض ایمانی پہنچا ہے روز بروز ترقی پر ہے گا اور انشاء اللہ تعالیٰ ہندوستان، خراسان، چرک ترک اور پلیدی بدعت سے میرے ہاتھ سے یکسر پاک و صاف ہو کر انوار اسلام سے منور (ہوں گے)“

۱۔ محبوب علی، تاریخ الدائمہ، جلد ۱، ص ۸۹۵ (نوٹ: اسی موضوع پر شاہ حسین گریزی (کراچی) کی تصنیف قابل مطالعہ ہے استغفر) ۲۔ محمد جعفر متھانی سری، حیات سید احمد شہید، مطبوعہ کراچی ۱۳۳۷ھ، ص ۱۵۳، ۱۵۴، ۱۵۵، ۱۵۶، ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۱



یہ ”چمکِ شرک“ اور ”پیکرِ بدعت“ وہی ہے جس کے خلاف ابن عبد الوہاب نے تلوار اٹھائی اور ہزار ہا ہزار مسلمانوں کا خون بہایا۔  
مولوی سید احمد نے اپنے متبعین کو نفسیاتی طور پر خوابات اور بشارات کے ذریعہ متاثر فرمایا۔۔۔۔۔ اپنی مہم پر روانگی سے قبل اپنی ہمیشہ سے جو کچھ فرمایا وہ قابلِ توجہ ہے۔ آپ نے فرمایا:

”اے میری بہن! میں نے تم کو خدا کے سپرد کیا اور یہ بات یاد رکھنا کہ جب تک ہند کا شرک، اور ایران کا رفس، اور چین کا کفر اور افغانستان کا نفاق میرے ہاتھ سے محو ہو کر ہر مردہ سنتِ زندہ نہ ہو جائے گی رب العزت مجھ کو نہیں اٹھائے گا۔ اگر قبل ظہورانِ واقعات کے کوئی شخص میری موت کی خبر تم کو دے اور تصدیق پر حلف بھی کرے کہ سید احمد میرے رو برو مر گیا یا مارا گیا تو تم اس کے قول پر ہرگز اعتبار نہ کرنا کیوں کہ میرے رب نے مجھ سے وعدہ واثق کیا ہے کہ ان چیزوں کو میرے ہاتھ پر پورا کر کے مارے گا۔“

جن امور کا سید صاحب نے ذکر فرمایا ہے ان میں سے کوئی پورا نہ ہوا اور سید صاحب تشریف لے گئے۔ اگر ان باتوں کو سچ مانا جائے تو قاری کے دل میں یہ وسوسہ پیدا ہو سکتا ہے کہ معاذ اللہ حق جل مجدہ نے سچا وعدہ نہ فرمایا۔ یہ خیال الحاد کی طرف لے جاسکتا ہے، لامحالہ ہی کہا جائے گا کہ سید صاحب نے جو اشارہ پایا وہ من جانب اللہ نہ تھا۔۔۔۔۔ بعض حضرات نے سید صاحب کی شکست کی یہ تاویل فرمائی کہ (معاذ اللہ) ”شکست سنتِ انبیاء ہے، اگر یہ شکست ہوتی تو سنتِ انبیاء کیسے پوری ہوتی؟“۔۔۔۔۔ یہ دیکھ کر حیرت ہوئی کہ مولانا ابوالحسن علی ندوی نے اپنی کتاب ”سیرت سید احمد شہید“ میں ایک جگہ

بالواسطہ طور پر ایسے گستاخانہ قول کو نقل فرمایا ہے۔

مندرجہ بالا حقائق سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ سید صاحب کی تحریک ایک نظریاتی تحریک تھی۔ جن عقائد و افکار کی سید صاحب اور مولوی اسماعیل نے تبلیغ کی ان کا خاصہ ہے کہ وہ جبر کے مہیا ہے جس میں پھلتے پھولتے اور پھیلتے ہیں جس ماحول میں جبر نہ ہو، آزادی فکر ہو وہاں سمٹ جاتے ہیں۔ ایسے ماحول میں ان نظریات کے حاملین کی یہ کوشش رہتی ہے کہ تحریر و تقریر کے ذریعہ سید سے سادھے اور پڑھے لکھے مسلمانوں کے ذہنوں میں شکوک و شبہات پیدا کر کے ان کے دلوں میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اور بزرگان دین کی محبت سرد کر دیں، ان کو ان حضرات عالیہ کی جناب میں بے باک بنادیں اور یہ خیال نہیں فرماتے کہ ان نفوس قدسیہ سے محبت و اخلاص کا تعلق ایمان میں حرارت پیدا کرتا ہے۔ مولوی اسماعیل دہلوی نے اسی قسم کے افکار و عقائد کی اشاعت کے لئے پہلے تقویت الایمان تحریر فرمائی اور پھر تلوار اٹھائی۔ تقویت الایمان کے بارے میں محمد جعفر تھانیسری کے یہ اثرات قابل توجہ ہیں۔

”اس کی عبارت بڑی پر زور مثل نشکی تلوار کے ہے جس کی نورانی

شعاعوں سے مشرکوں اور گورپرستوں کے دل کباب ہوتے ہیں۔“

یہاں تھانیسری نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے عاشقوں اور بزرگان دین کے چاہنے والوں کو ”مشرکوں اور گورپرستوں“ سے تعبیر کیا ہے کیونکہ انھیں کے دل ”تقویت الایمان“ کی ان بے باکانہ عبارات سے مضطرب ہوتے ہیں، جن کے نمونے نورونار میں پیش کئے گئے ہیں۔

ہمارے بعض مورخین نے تاریخ پر فرقہ واریت کا رنگ چڑھایا اور تاریخ کو کچھ کا کچھ بنا دیا۔ مورخین و محققین نے مولوی سید احمد بریلوی کے سلسلے میں ایسی متضاد باتیں لکھ دی ہیں جن کو پڑھ کر حیرت اور وحشت برپا ہوتی جاتی ہے کلیات و جامعات کے نصاب اسی کے مطابق مڈولن ہوئے ہیں، بہت سی غلط باتیں لکھی گئیں

جو بلا برپھائی جا رہی ہیں۔ — مؤرخین و محققین میں سب سے پہلے اس تلخ حقیقت کو مشہور مورخ ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی نے محسوس کیا اور ایک مجلس میں برملا اعتراف کیا۔ اب تک جو تاریخ لکھی گئی ہے وہ سب یکطرفہ ہے، ان کی مراد پاک ہند کی اس تاریخ سے تھی جو مولوی سید احمد اور مولوی امین اور بعض دیگر علماء کے حوالے سے لکھی گئی ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ مولوی اسماعیل دہلوی کے عقائد و افکار کو صحیح مان لیا جائے تو پاکستان و ہندوستان بلکہ عالم اسلام کے مسلمانوں کی اکثریت کا زور و شرک قرار پاتی ہے اور ان کے نزدیک احب القتل۔ اس لئے ان عقائد و افکار کو تسلیم کرنا کسی بھی دانا و بینا مسلمان کیلئے ممکن نہیں۔ عہد جدید کے عالم و عارف مولانا زبیر ابوالحسن فاروقی مجڈی نے کیا خوب فرمایا ہے۔

”چاروں برحق اماموں کا زمانہ فساد و فتنہ رہا ہے، جس کی خیریت اور خوبی کی خبر سردارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے دی ہے ان حضرات کو اللہ تعالیٰ نے مقبولیت عطا کی۔ بارہ سو سال سے تمام دنیا کے مسلمان ان کی پیروی کر رہے ہیں اس عرصے میں ہزار ہا علماء اسلام ان حضرات کے بیان کردہ ہر مسئلے کو بار بار پرکھ چکے ہیں اور اس پر مہر تصدیق لگا چکے ہیں۔ ان حضرات کو چھوڑنا اور آٹھویں یا بارہویں صدی کے کسی فرد کو اپنا مقتدا بنانا کہاں کی دانشمندی ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تاکید فرمائی ہے کہ سوا د اعظم کا ساتھ دو، بلکہ آپ نے یہ ارشاد کیا ہے۔“

”میری امت گمراہی پر اتفاق نہیں کرے گی۔“

احقر محمد مسعود احمد عفی عنہ، پرنسپل

گورنمنٹ ڈگری کالج ہٹھٹھ (سندھ - پاکستان)

۳۱ سوال المکرم ۱۴۴۵ھ

۱۳ جولائی ۱۹۲۴ء







